الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون ۝

شہابِ ثاقب

موسوم بہ

رد کُفر

از تالیف لطیف حاجی فقیر اوگھٹ شاہ وارثی رحمۃ اللہ علیہ

Scanned with CamScanner

امام الفقراء وارث ارث علی سید حافظ حاجی وارث علی شاہ قدس سرہ العزیز

حضرت سید عبد السلام
عرف میاں بالکا رحمتہ
اللہ علیہ کی جانب سے
کتب وارثیہ کی یہ
بہترین کاوش کی گئ جو
کہ ایک سفید پوش
گزرے ہیں اپنے وقت کے
کامل ترین عالم با عمل
ولی فقیر جو داخل
سلسلہ حضرت عبداللہ
شاہ شہید رحمتہ اللہ
علیہ سے ہیں لکی اسٹار
صدر کراچی میں ان کا
مزار ہے
یہ کام وارث پاک غلام
نواز عظمہ اللہ ذکرہ کے
حکم پر کیا گیا اس کام کو
کوئ وارثی اپنی جانب
منسوب کرکے توہین
حکم مرشد کا ارتکاب نا
کرے اگر کوئ بھی
شخص یہ کہے کے اس
نے پی ڈی ایف بنائ تو
مان لیجیے گا کہ یہ
جھوٹ بول ہے غلام کا
کام غلامی کرنا ہے یعنی
مرشد کے حکم کی
تعمیل کرنا ہے نا کہ
تعریف اور واہ واہی وصول
کرنا
برائے مہربانی سب
وارثیوں پر حکم مرشد کی
اتباع لازم ہے جھوٹ
بولنے اور واہ واہی سے پر
ہیز کریں شکریہ

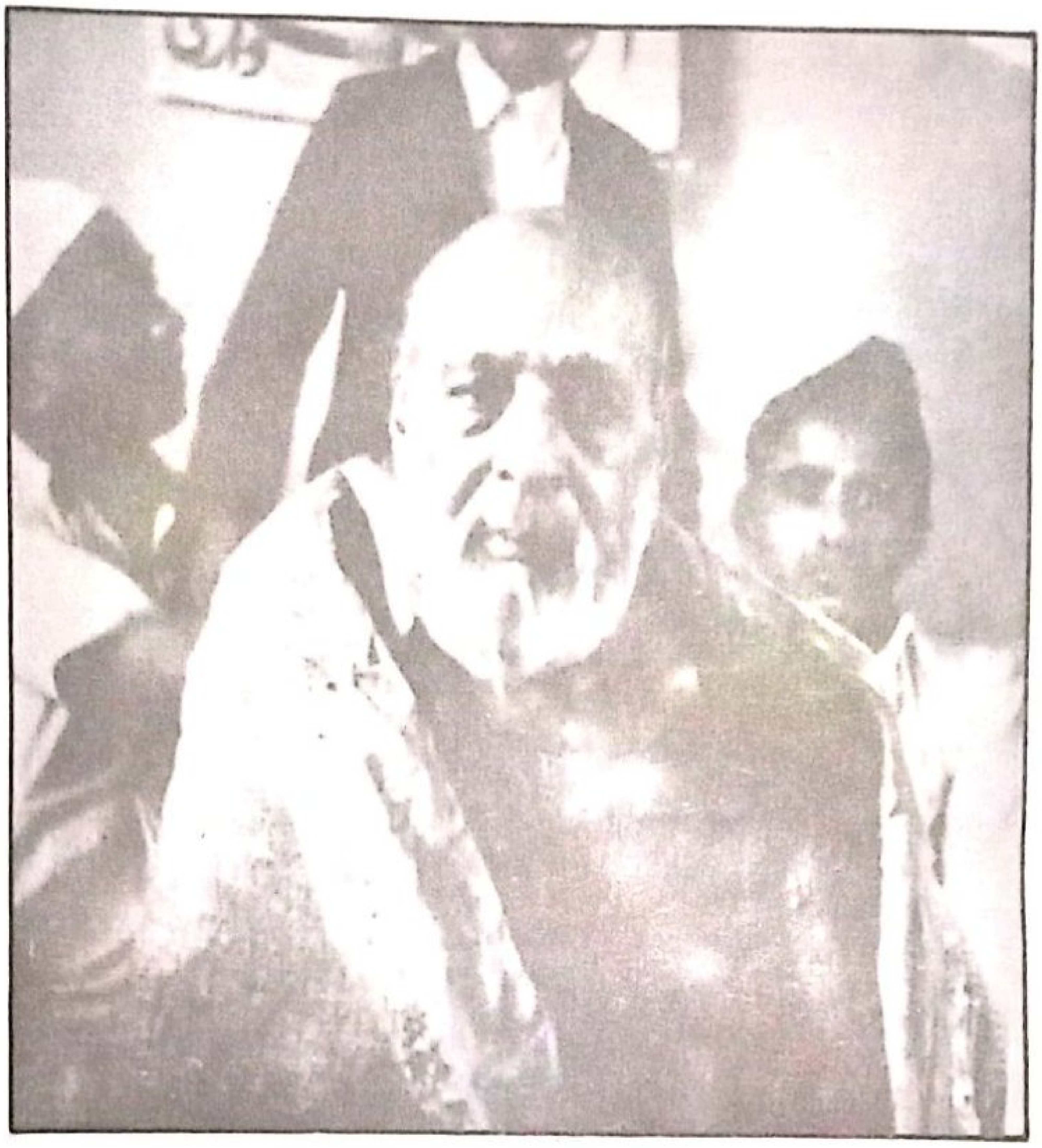

حاجی فقیر اوگھٹ شاہ وارثیؒ

Scanned with CamScanner

روضہ مبارک

حضرت حاجی فقیرا و گھٹ شاہ وارثی رح

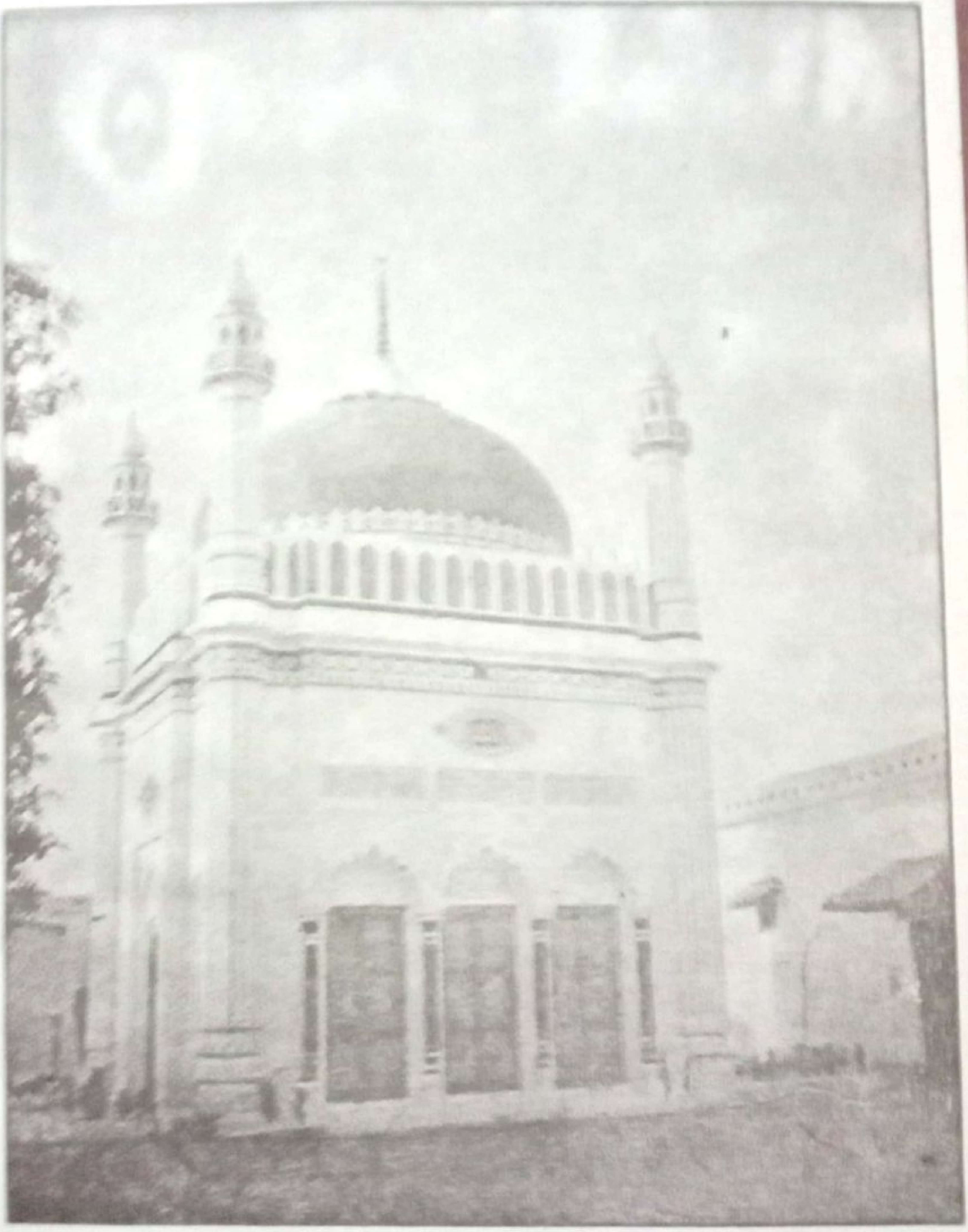

بچھراؤں شریف۔ ضلع مرادآباد،

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ابتدا اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے

Scanned with CamScanner

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرفانِ وارثؒ

موسوم

ارشادِ اوگھٹ

ھدیہ حاجی فقیر اوگھٹ شاہ وارثی رحؒ صاحب

باھتمام

حاجی فقیر عزت شاہ وارثی مدظلہٗ العالی

ناظم اعلیٰ آستانہ عالیہ وارثیہ چھپر شریف
ڈاکخانہ چنگا بنگیال ۔ تحصیل گوجر خان ۔ ضلع راولپنڈی

تعداد ——— ایک ہزار
سال اشاعت ——— اکتوبر ۱۹۹۷ء
مطبع ——— فلاور پرنٹنگ پریس راولپنڈی

کتاب ملنے کا پتہ : آستانہ عالیہ وارثیہ
حضرت حاجی و حافظ فقیر اکمل شاہ وارثیؒ
چھپر شریف ڈاکخانہ چنگا بنگیال تحصیل گوجر خان ۔ ضلع راولپنڈی

Scanned with CamScanner

ھُوَالْوَارِثُ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ الْوَاحِدِ الْغَفَّارِ وَصَلَّی اللّٰہُ

عَلٰی سَیِّدِ الْاَبْرَارِ وَاٰلِہٖ الْاَطْھَارِ وَاَصْحَابِہٖ اَشِدَّاءِ

عَلَی الْکُفَّارِ اَمَّا بَعْد

این چہ شوریست کہ در دورِ قمر می بینم — ہمہ آفاق پُر از فتنہ و شر می بینم
ہر کسے روز بہی می طلبد از ایام — مشکل این ست کہ ہر روز بتر می بینم

لسان الغیب حضرت شمس الملۃ والدین محمد الحافظ شیرازی طیب اللہ تربتہ ورفع فی عالم القدس رتبۃ کے یہ اشعار گزشتہ چھ سو برس کے اخبار ہیں بلکہ آپ کی یہ پوری غزل ہمارے اس باہمی اختلافات کے خراب نتائج اور روز افزوں تنزل کی خبر دیتی ہے حالانکہ یہ اُس زمانہ کے اخبار ہیں کہ اختلاف نے

اپنے منحوس چہرے سے نقاب اُلٹی تھی اور عالم اسلام میں نمودار ہوا تھا لیکن جو لوگ سمجھدار اور دور اندیش تھے اُن کو اس کی جھلک بھی دیکھنا ناگوار تھا وہ غافلوں کو ہوشیار کرتے تھے چنانچہ آپ نے اسی غزل کے مقطع میں فرمایا ہے ؎

پند حافظ بشنو خواجہ برو نیکی کن
زانکہ ایں پند به از دُرّ و گہر می بینم

مگر افسوس بزرگوں کی نصیحت نہ سنی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج اختلاف کا وہ دور دورہ ہے کہ ہر گھر میں اس کی دھوم ہے۔ ہر فرد اسکا محکوم ہے آپس کی نوتو میں میں کی بدولت دوسری مہذب قومیں ہم کو حقارت کی نظر سے دیکھتی ہیں یہاں تک کہ جو لوگ گوشہ نشین اور سب کے بے سروکار ہیں اُنکو بھی اپنی زندگی کے دن کاٹنا دشوار ہیں کہ اُن کے وہ مہربان جن سے کبھی کی جان نہ پہچان۔ نام سے واقف نہ صورت سے آشنا مگر ناحق تکلیف رسانی کے درپے اور بے وجہ تحقیر کی جستجو میں رہتے ہیں اپنے گھر میں بیٹھکر بے سروپا الزام لگاتے ہیں اور اصول شریعت اسلام کے خلاف مسلمانوں کو کافر بناتے ہیں۔

چنانچہ رجب ۱۳۳۲ھ ہجری میں دیوبند کے دارالعلوم سے ایک ماہواری رسالہ الرشید کے نام سے نکلنا شروع ہوا ہے اور جس طرح کتاب کی ابتدا حمد و نعت سے کرتے ہیں اُسی طرح اراکین الرشید نے اخوت اسلامی کا رُخ بدل کر اپنی تہذیب اور شائستگی کو شریعت کے پردہ میں یوں دکھایا ہے کہ پہلے ہی رسالہ کے صفحہ ۳۶ میں مولوی عزیز الرحمن صاحب مفتی دیوبند کا وہ فتویٰ شائع کیا ہے جسمیں مفتی صاحب نے بغیر کسی تحقیق و تدقیق کے ایک کثیر التعداد گروہ کو تکفیر کا

خطاب مرحمت فرمایا ہے جو بالکل اصول شریعت کے خلاف ہے۔ (جس کی تصریح انشاءاللہ آئندہ کروں گا)

لیکن مفتی صاحب کی یہ حیرت انگیز ہمت بھی اپنی نظیر آپ ہے کہ جب فتوے لکھنے کو قلم اٹھایا تو نہ تحقیقات کا جھگڑا گوارا کیا نہ غور و فکر کی تکلیف پسند فرمائی بلکہ آنکھ بند کر کے پورے فرقے کے لئے یہ حکم نادری صادر فرمایا کہ یہ سب ملعون و کافر ہیں۔

اگر مفتی صاحب یوں تحریر فرماتے کہ اس اجرام پوش فرقے کے بعض افراد کا فلاں جرم اور فلاں قصور ہے تو شبہہ بھی ہوتا اور ایک طور پر قرین قیاس بھی تھا کہ محتاط و غیر محتاط ہر فرقے میں ہوتے ہیں۔ مفتی صاحب نے کسی فقیر کی ایسی حالت دیکھی ہو گی یا تحقیقات کرنے سے ثابت ہوا ہو گا تب مفتی صاحب نے ایک یا چند مسلمانوں کو کافر اور ملعون کہا ہے۔ لیکن ہمارے فضیلت مآب مفتی صاحب نے اپنے صاف اور سادہ فتوے میں ایسا بھی نہیں کیا بلکہ اضطرابی حالت میں ایک کثیر التعداد گروہ کے حق میں فَقَدْ کَفَرَ۔ فرمادیا جو از روئے واقعات بھی صریح اتہام ہے۔

اور قطع نظر اس کے تھوڑا غور کرنے سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ جناب مفتی صاحب کا یہ فتوے کسی طرح قابل اعتبار نہیں ہے کیونکہ کسی فرقہ کے افراد کسی خاص اور محدود مقام میں نہیں رہتے ہیں اس لئے نہ مفتی صاحب نے کسی فرقے کے جملہ افراد کو دیکھا ہے اور نہ شاید دیکھ سکتے ہیں اور نہ تمام فرقہ کی نسبت قطعی شہادت تصدیق ہوئی۔ اور نہ ہو سکتی ہے ہاں اگر مفتی صاحب

تبحر علوم کے ساتھ کشف باطنی بیں بھی اپنا کمال ظاہر فرمائیں تو اس صورت میں صرف مفتی صاحب کے معتقد اور ہم خیال اس فتوے کی تصدیق کر سکتے ہیں اور اس کو الہام غیبی سمجھ سکتے ہیں۔

لیکن اس قدر ہم بھی اس ہمہ دانی کی داد مفتی صاحب کو ضرور دیں گے کہ اس مرتد اور ملعون فرقہ کے افراد مغرب میں ہوں یا مشرق میں جنوب میں ہوں یا شمال میں۔ جن کے حالات اور خیالات سے کما حقہ واقفیت ہونا قطعی ناممکن اور محالات سے ہے مگر ہر فرد کو ہمارے لائق مفتی صاحب نے ایک ہی جرم کی سزا میں داروغہ جہنم کے حوالہ کر دیا۔ مفتی صاحب کا یہ فیصلہ دیکھ کر بلبل شیراز کا یہ قول یاد آتا ہے۔

گر ہمیں مکتب است و ایں مُلّا
کارِ طفلاں تمام خواہد شد

مفتی عزیز الرحمٰن صاحب، کا یہ فتوے دیکھکر پہلے ہم کو تعجب ہوا تھا کہ بہت عرصے کے بعد فقرا کے ایک پورے فرقے پر قوم نوح اور اُمت لوط علیہما السلام کی طرح مفتی صاحب کی معرفت یہ خدا کا غضب کیوں نازل ہوا مگر جب پیشانی پر جلی حرفوں میں لفظ دارالعلوم دیوبند نظر آیا تو ہم کو اطمینان ہوگیا کیونکہ ابھی تھوڑا سا عرصہ ہوا ہے کہ انھیں علماء دیوبند نے غریب اور بے زبان کوے کو جو ہمیشہ سے آزاد اور بے جرم سمجھا جاتا تھا گردن زدنی ٹھیرایا اور اُس کا خون بہانا جائز اور اُس کا گوشت کھانا حلال اور طیب۔ تمھارے نزدیک یہ کون بڑی بات ہے کہ ایک گروہ فقرا کو کافر اور ملعون کہا۔ یہ حضرات اگر خدا کی تمام خلقت پر چلے

اس میں حیوان ہو یا انسان تشدد کریں تو بعید نہیں۔

مفتی صاحب نے اس فتوے میں جس قدر انصاف کا خون کیا ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ معمولی سمجھ کا آدمی بھی اس فتوے کو دیکھ کر مفتی صاحب کے علم و فضل کا بخوبی اندازہ کر سکتا ہے۔ مگر تاہم مفتی عزیز الرحمٰن صاحب کا یہ عجیب اور حیرت انگیز اصول اور یہ نو ایجاد اور خود ساختہ قیاس ضرور اس قابل ہے کہ تھوڑی تشریح کے ساتھ نذر ناظرین کردوں۔ حالانکہ نہ میں عالم ہوں اور نہ مفتی لیکن اظہارِ حق میں کوتاہی بھی مذموم ہے۔ بقول۔

اگر بینم کہ نابینا و چاہ است
و گر خاموش بنشینم گناہ است

لیکن اس فتوے کی تنقیح سے پہلے یہ بھی دکھا دینا چاہتا ہوں کہ مفتی صاحب نے اگر فقرا کے ایک فرقہ کو کافر اور ملعون کہا تو یہ کوئی عجیب بات نہیں ہے بلکہ ہر عہد اور ہر قرن میں متعصب اور خود غرض علما نے ہمارے مقدس اور مقتدر پیشواؤں کے ساتھ ایسا ہی کیا ہے باوجودیکہ اسلام کا شفاف دامن اس غبار اور کدورت سے بالکل پاک ہے۔ ہمارے سچے مذہب کا ہرگز یہ اصول نہیں ہے کہ اپنی نمود اور شہرت کے واسطے کسی پر بے بنیاد الزام اور غلط اتہام لگائیں۔ ہمارے رہنماؤں نے ہمیں اتفاق۔ اتحاد۔ محبت۔ وداد۔ راستی۔ سچائی دیانت کی ہدایت فرمائی ہے چنانچہ طبقۂ اسلام میں خصوصیت کے ساتھ یہ امر مسلمہ ہے کہ سب مسلمان گو دنیا کے کسی گوشہ میں رہیں اور مختلف قوموں کے نام سے پکاری جائیں مگر ایک دوسرے کا بھائی ہے کیونکہ ہمارے بانیٔ اسلام

علیہ الصلوۃ والسلام کے ان مضبوط اور زبردست ہاتھوں نے جو یداللہ فوق ایدیہم کے حقیقی مصداق ہیں اس اخوت اور یگانگی کی بنیاد ایسے استحکام سے ڈالی ہے کہ باوجود متعدد رنجشوں اور عمداً پیچیدگیوں کے ہنوز قائم ہے اور انشاء اللہ ہمیشہ قائم رہیگی۔ مگراس خانہ جنگی کا خدا بُرا کرے جس کی وجہ سے کوئی صدی ایسی نہیں گزری جس میں اُمید کے خلاف کوئی عظیم انقلاب نہ ہوا ہو۔ اور یہ انقلاب صرف تمدنی اور سیاسی معاملات اور دنیاوی اغراض ہی تک محدود نہیں رہا بلکہ اس عالمگیر وبا کے زہریلے اثر نے اکثر حضرات علما کے ذریعہ سے دینی معاملات میں بھی اس باہمی نفاق کی بنیاد ڈالی۔ حالانکہ اس مقتدر گروہ کا فرض منصبی خلق اللہ کی فلاح اور اصلاح کے واسطے کوشش اور اسلامی اخوت کو مضبوط کرنا اور خدا کے ملنے کا راستہ اسطرح بتاتا ہے کہ عوام کے دلوں میں ان کی محبت ہو ان کے کہنے پر عمل کریں۔ ان کی ہمدردی سے ان کے گرویدہ ہو کر ان کو ہادی وقت جانیں مگرافسوس ایسا نہ ہوا۔

کیونکہ دنیا کی تاریخ شاہد ہے اور اس کے اوراق زبان حال سے یہ کہہ رہے ہیں کہ اکثر حضرات علماء نے اپنے قلم اور اپنی زبان سے وہ کام لیا جو سپاہیوں کی تلوار بھی نہیں کر سکتی کہ علم کے غرور اور نفسانیت کے جوش میں یا کسی دنیاوی مصلحت کے لحاظ سے بڑے بڑے اولوالعزم مذہبی پیشواؤں اور جلیل القدر رہنماؤں کو جن کی بزرگی کا زمانہ معترف ہے اور جن کو قوم خدا کا مقبول اور برگزیدہ جانتی ہے اُن کو معاذ اللہ ملحد۔ مرتد۔ بدعتی۔ ملعون بلکہ کافر فرمایا۔ بعض کو قید کیا۔ بعض کو بڑی بے حرمتی کے ساتھ جلا وطن کیا۔

بعض کو سر دربار کوڑے لگوائے اور اُن کی بمثیل تصنیف کردہ کتابیں جو اپنی نظیر آپ تھیں اور آیات کلام الٰہی اور احادیث نبویؐ سے مملو تھیں اُن کو جلوا دیا۔ اور اکثر علمانے تو خدا کے پیاروں کو واجب القتل قرار دیکر ان کے قتل کا فتوی دیدیا مگر ہزار آفریں ان مقدس اور ابرار بزرگوں کے صبر و تحمل پر کہ اپنے ہمعصر علمائے ظواہر کے جہت سے طرح طرح کی اذیتیں اُٹھائیں مگر اُن کے غلط الزام اور بے بنیاد اتہام کو خاموشی کے ساتھ سنا اور ان کی نادانی اور ملت فروشی کا پردہ نہ فاش کیا۔ اور بکمال استقلال محبت الٰہی میں یہ کہتے ہوئے جان بحق تسلیم ہوئے بمصرع۔

ایں کفر سر زلف بہ ایماں نفروشم

جب کہ اسلام کے مقدس بزرگوں اور سچے ہمدرد اور رہنماؤں کو ان متعصب اور جاہ پسند علمانے نہیں چھوڑا اور اُن کی تکفیر کا فتوی دیا تو آج مولوی عزیز الرحمن صاحب مفتی دیوبند نے اگر فقیروں کے ایک کثیر التعداد گروہ کو کافر اور ملعون کا خطاب دیا تو کچھ عجیب اور حیرت خیز بات نہیں کی۔ یہ تو پرانی رسم ہے اور ہمیشہ اسپر عملدرآمد رہا ہے اور مذہبی سرداروں نے اسے اپنی وقعت اور عزت کا ذریعہ ٹھیرا رکھا ہے تاکہ وہ پوجے جائیں اور انبیاء کے جانشین کہلائیں۔ بلکہ اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہِ۔ کے مطابق مفتی صاحب نے اپنے بزرگان سلف کی سنت ادا کی اور اپنے زمانے میں وہی کام کیا جو انکو کرنا چاہیئے تھا۔ کہ فقیروں کا ایک ایسا فرقہ جو بظاہر علمائے سلف کے دیئے ہوئے فتووں کی چہ حدی سے باہر تھا اُس کو بھی تکفیر کی زنجیر میں باندھا اور "اگر پدر نتواند

بسر تمام کنند کے مصداق ہوئے۔

لیکن جس طرح مفتی صاحب نے علمائے سلف کی تقلید کی ہے یقین ہے کہ دامِ تکفیر و ملامت کے یہ تازہ گرفتار یعنی فقرا کا وہ پورا گروہ جس کو مفتی صاحب نے کافر اور ملعون کا خطاب دیا ہے اپنے بزرگان دین اور سلف صالحین کی سنت ادا کریں گے اور اس فتوے کی جو تعصب اور نفسانیت سے مملو اور صریح اصول شریعت کے خلاف ہے کوئی شکایت نہ کریں گے بلکہ نہایت صبر اور خاموشی کے ساتھ سنیں گے اور اگر کچھ کہیں گے تو یہ کہیں گے۔

زاہد ظاہر پرست از حالِ ما آگاہ نیست
در حق ما ہر چہ گوید جائے ہیچ اکراہ نیست

ہاں اس فتوے کا اثر اُن عامیوں کو شاید محسوس ہو جن کا ایمان صرف برادری کے حقہ پانی پر ہے اور اُن لوگوں کو تو اس کا خیال بھی نہ ہوگا جو اسلام کی حقیقت اور خدا کی وحدانیت اور فردانیت کو کفر کا فتوی دینے والوں سے بھی زیادہ جانتے ہیں۔ وہ تو ان بادی کاغذوں کو جو کبھی مغرب سے مشرق کو اور کبھی مشرق سے مغرب کی طرف اُڑتے پھرتے ہیں آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے اور پرِ مگس کے برابر بھی اُن کی وقعت نہیں سمجھتے۔ اُن کے نزدیک خدا نے اپنی جنت اور دوزخ ان کفر کا فتوی دینے والوں کو ہبہ نہیں کر دی کہ جس کو چاہیں وہ جنت میں بھیج دیں اور جسے چاہیں وہ کافر بناکے دوزخ میں ڈال دیں۔ یہ ضعیف القلب اور ضعیف الایمان لوگوں کا کام ہے کہ اپنی دلی تصدیق پر اطمینان نہ رکھیں۔ اور اُن کے دل ان ہوائی کاغذوں کے ساتھ پتوں کی طرح اُڑتے پھریں اور خود غرض و

وشہرت بلند عالموں کی آواز کو روح القدس کی آواز سمجھیں۔

میرا یہ مطلب نہیں ہے کہ حضرات علما اپنے علم سے کام نہ لیں یا احکام شریعت نافذ نہ فرمائیں۔ بلکہ ضرور حکم شریعت سے عوام کو مطلع کریں۔ اُن کا یہی فرض منصبی ہے مگر کم سے کم اس قدر لحاظ رکھنا لازمی ہے کہ اگر ملزم شریعت احکام شریعت سے ناواقف ہے یا اُن کا مقلد اور متبع یا ان کا ہم مذاق وہم خیال ہے تو بیشک اُن کے فتوے کا مستحق اور اُن کی تہدید کا سزاوار ہے اور اُنکو پورا اختیار ہے کہ آنکھ بند کر کے چاہے اُس کو مرتد اور کافر کہیں چاہے اُس کے قتل کا فرمان جاری فرمائیں یا اُس کو جہنم کا پروانہ لکھدیں۔ کسی کو عذر نہ ہوگا اور یقینی اُن کا فیصلہ ناطق سمجھا جائے گا۔ اور اگر اس کے خلاف ایسے شخص کو ملزم شریعت قرار دیں گے جو ظاہری علم و فضل میں اُن کے برابر یا اُن سے زیادہ ہے اور تحقیق و تدقیق تبحر و تقدس میں شہرہ آفاق ہے یا علم باطنی اور عطیات وہبی سے بھی سینہ اُسکا معمور ہے اور اُسکا مذاق اور مشرب بھی وہ ہے۔ جو اُن کے ادراک سے باہر ہے اور ایسے خیال میں محو او مستغرق ہے جسکی ہوا بھی اُن کو نہیں لگی۔ اور اُس کا خیال و مذاق ہر طرح ممدوح و مستحسن ہی تو ضرور ہوا کہ شخص اول الذکر کی طرح بے دھڑک نہ اسکو مرتد اور کافر کہنے کے وہ مجاز ہیں اور نہ اس کے واسطے اُن کا حکم نَفَذَ کَفَرَ صحیح ہو سکتا ہے۔

چنانچہ میں اپنے اس بیان کی تائید میں علامہ جلال الدین رومی قدس سرہ کی اُس مثنوی کا حوالہ دیتا ہوں جس کی نسبت آجتک یہ کہا جاتا ہے کہ۔

"ہست قرآں در زبانِ پہلوی"

Scanned with CamScanner

اور جس کی شرح بڑے بڑے ممتاز اور مشاہیر علماء نے کی ہے اور اُس چرواہے کا نقشہ دکھانا چاہتا ہوں جس کے باطن کے مذاق اور خیال پر سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے توجہ فرمائی اور اُس بادیہ نشین کے ظاہری الفاظ سن کر "تو مسلماں ناشدہ کافر شدی" ارشاد فرمایا۔ اس تنبیہ سے وہ خاموش تو ہوگیا لیکن نتیجہ اسکا یہ ہوا کہ ۔۔ ؎

وحی آمد سوئے موسیٰ از خدا
بندۂ مارا ز من کردی جدا

لہٰذا نہایت ادب کے ساتھ حضرات علما کی خدمت میں یہ ضرور عرض کرونگا کہ جو شخص آپ کا مقلد یا متبع ہو یا ہو سکتا ہے اُس کو وہی راستہ بتایئے جس کے آپ ماہر ہیں اور اُس کے واسطے قانون نافذ فرمایئے جو آپ کو یاد اور جس کا سارٹیفکٹ آپکے پاس ہے لیکن ایک لکڑی سے شیر اور بکری کو نہ ہنکایئے اور خدا کو وحدہٗ لاشریک لہٗ اور رسول کو محمد الرسول اللہ کہنے والے کو بے سمجھے بوجھے کافر اور ملعون نہ بنایئے ایسا نہو کہ مطابق حدیث نبویؐ وہ کفر اور لعن آپ ہی کی طرف رجعت کرے۔

قبل اس کے مفتی صاحب کے اس فتوے کی نسبت کچھ عرض کروں مجھے اس کی بھی تصریح مختصر طور پر کر دینا چاہیے کہ واقعی آجتک حضرات علماء نے اپنے مقلد اور متبع پر یا جو لوگ خدا کو بھول کر منہیات شرعیہ کے ارتکاب میں مصروف ہوگئے اُنھیں پر احکام شرع جاری فرمائے۔ یا درحقیقت مقدس عالموں اور ابرار بزرگوں کو بھی مرتد اور کافر کا خطاب دیا ہے۔

بظاہر یہ تو بہت دشوار اور بالکل عقل کے خلاف معلوم ہوتا ہے کہ پڑھا لکھا آدمی کبھی ایسی فاش غلطی نہ کریگا کہ کسی مقتدر اور متبحر عالم یا کسی مقدس اور برگزیدہ صوفی

کو کافر کہے۔ مگر تاریخ کی ورق گردانی کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ علمائے سلف اور مشاہیر حضرات صوفیہ کرام جن کے علم و فضل تبحر و تقدس کا قریب قریب سبکو اعتراف ہے اور جنھوں نے خدا کی یاد میں اپنی ہستی کو مٹایا اور خدا کی محبت میں دنیا کی دولت۔ عزت۔ عیش۔ آرام کو خیر باد کہا۔ اُنھیں پر بعض علما نے الزام اور اتہام بھی لگائے اور اس ممتاز گروہ کو ناوک تکفیر کا نشانہ بھی بنایا۔

گو اس کی تفصیل کی ضرورت نہیں کیونکہ متعصب علما اور خود غرض مفتیوں کے یہ تعجب خیز کارنامے ایسے مشہور ہیں کہ محتاج بیان نہیں۔ تاریخ کے صفحوں سے ان واقعات کا تذکرہ مٹ نہیں سکتا۔ کہ ایسے سچے اور ایماندار مسلمانوں پر جنھوں نے تمام عمر عنداللہ اسلام کی خدمت کی اور اُنھیں کی تالیفات اور تصنیفات سے آجتک اسلام زندہ ہے اور انھیں کی لکھی ہوئی کتابوں کے پڑھنے کے بعد ہر ایک مولوی کو علامہ اور فضیلت مآب کا لقب ملتا ہے اور اُنھیں کے بتائے اور سکھائے ہوئے قواعد پر عمل کرنے سے مفتی صاحب کہلاتے ہیں مگر۔

مقتضائے طبیعتش این است

کا مضمون ہے کہ انھیں پر اُن کے علمائے معاصرین نے ارتداد و تکفیر کا الزام عائد فرمایا۔ اور یہ خیال نہ کیا کہ ہمارے عبائے تبحر کے دامن سے یہ بدنما داغ قیامت تک نہ چھوٹے گا۔

اور جو علما زیادہ دلیر اور بہادر تھے اُنھوں نے تکفیر کے ساتھ قتل اور احراق کا بھی حکم دیدیا۔ اور وہ بھی اس سادگی سے کہ بعض شہدا اسلام کے تذکروں کے پڑھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مفتی صاحبان نے کیسی خوبی سے حیلہ تلاش کیا ہے

اور عالمانہ تقریر اور فاضلانہ تدبر سے حجت قائم کی ہے اور اُن کے قلم نے کیسا معرکۃ الآرا فیصلہ کیا ہے اور اُن بے گناہوں کا خون بہایا ہے۔ بقول

اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے خدا
لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

لہٰذا اسلام کے وہ مقتدر اور ممتاز اراکین جنھوں نے بنیاد اسلام کو مستحکم اور مضبوط بنانے میں اپنی عدیم المثل زندگی وقف کی اور وہ مقدس اور ابرار بزرگ جن کے باطنی عطیات اور روحانی جذبات سے اسلام کی حقانیت کا شاندار نشان بلند ہوا اور چار دانگ عالم میں وحدہٗ لاشریک لہٗ کا ڈنکا بجا اور اس کے صلہ میں اُنکے ہمعصر علمائے ظواہر نے اُن کو الحاد اور ارتداد کے تختہ پر بخط جلی فتوی کفر لکھکر مرحمت فرمایا۔ اس کو اگر مفصل لکھا جائے تو طوالت کا خوف ہے اس لیے بطور "مشتے نمونہ از خروارے" اُن کے اسمائے گرامی کی مختصر فہرست نذر ناظرین کرتا ہوں۔ اور اگر زیادہ تصریح کے ساتھ ان واقعات کا مطالعہ منظور ہو تو کتاب تلبیس ابلیس و طبقات الکبریٰ و تاریخ ابن خلکان و تاریخ ابن اثیر و نفحات الانس وغیرہ وغیرہ کو دیکھئے اور خودغرض مفتیوں اور متعصب قاضیوں کے فیصلہ کی داد دیجئے۔

اسلام کی پہلی صدی میں وہ حضرات جن کو اسلام کی جان کہنا چاہیے اور جنکو محض حاسدوں کی خودغرضی نے ناوک تکفیر کا نشانہ بنایا ہے مجھکو لازم ہوا کہ اس مختصر فہرست کی ابتدا اُنھیں کے نام نامی سے کروں تاکہ ناظرین کو معلوم ہو جائے کہ یہ تکفیر کا مہلک مرض مثل انفلوانزا اور ڈینگو فیور کے جدید تحقیقات کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ اسلام کے نشو و نما کے ساتھ اس منحوس وبا کا بھی مادہ پیدا ہوا ہے۔

(۱) چنانچہ مظہر العجائب والغرائب مطلوب کل طالب اسد اللہ الغالب امام العالمین مقتدار العاشقین امیر المومنین سیدنا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو علمار خوارج نے علانیہ کافر کہا۔

(۲) راکب دوش رسول زیب آغوش بتول مظلوم کربلا سید الشہداحضرت امام حسین علیہ التحیۃ والثنا کے واسطے علمار کوفہ وشام نے قتل کا فتویٰ دیا۔

(۳) سید الساجدین امام الموحدین حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کے گھر میں قرآن نازل ہوا۔ جن کے آبار واجداد نے شرک اور کفر کا نشان مٹایا۔ اسلام کی برکتوں سے آگاہ کیا۔ توحید حضرت جل جلالہ کا سبق پڑھایا۔ اس امام اور امام زادہ کی نسبت یہ کہا گیا کہ یہ تو بت پرستوں کی ایسی باتیں کہتے ہیں۔

(طبقاۃ الکبریٰ)

(۴) خیر التابعین دلدادہ محبوب رب العالمین حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ واللہ لوگوں نے مجھ پر دعوے خدائی کا الزام لگایا۔

(۵) سید ابراہیم سوفی نے نقل کیا ہے کہ اصحاب رسول اللہ کی ایک جماعت کی نسبت ریا ونفاق منسوب کیا گیا جن میں ایک حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہیں جن کا شمار اجلہ اصحاب میں شمار ہے۔ وہ نماز میں بہت خشوع کرتے تھے۔ اس قصور پر کہا گیا کہ یہ ریا کرتے ہیں اور مکار ہیں اور منافق ہیں چنانچہ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ جب آپ سجدہ میں تھے تو آپ کے چہرے اور سر پر گرم پانی ڈالا گیا جس سے آپ کے چہرۂ اقدس کی کھال اتر گئی مگر آپ کو خبر نہ ہوئی۔ (دیکھو طبقات الکبریٰ)

(۶) فرد فرید مرد میدان تجرید غواص بحر توحید حضرت ابویزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سات مرتبہ جلاوطن کئے گئے۔ آخر میں جب آپ سفر سے واپس آئے اور انبیاء اور اولیاء کے مقامات میں گفتگو کی تو حسین بن عیسیٰ بسطامی جو اس نواح کا امام اور علوم ظاہری کا مدرس تھا انکار پر آمادہ ہوا اور آپ کو بسطام سے نکلوا دیا۔

(۷) حقیقت آگاہ حضرت ابوسعید خراز علیہ الرحمۃ کا یہ قصور تھا کہ آپ نے اپنی کسی تصنیف میں یہ لکھا تھا کہ اگر تم دریافت کرو کہ کہاں سے آتے ہو اور کہاں جاتے ہو تو میرا جواب اللہ کے سوا کچھ نہ ہوگا۔ علماء ظاہر نے اس پر تکفیر کا فتوے دیدیا۔
(طبقات الکبریٰ)

(۸) علامہ ابن جوزی محدث نے اپنی کتاب تلبیس ابلیس میں لکھا ہے کہ حضرت سہیل بن عبداللہ تستری پر کفر اور بدکاری کی تہمت لگائی گئی اور خارج البلد کرکے بصرے بھیجے گئے۔ اور اسی غربت میں انتقال ہوا۔ علمائے معاصرین کو اُن سے مخالفت صرف اس وجہ سے تھی کہ اُنکا قول تھا کہ توبہ ہر سانس کے ساتھ بندہ پر فرض ہے۔

(۹) حضرت ابوسلیمان دارانی قدس سرہٗ جن کا جلیل القدر صوفیوں میں شمار ہے اور جن کے حالات اور مناقب مولانا عبدالرحمٰن جامی نے اپنی کتاب نفحات الانس میں مفصل تحریر فرمائے ہیں۔ وہ بھی علماء ظواہر کے فتوے سے جلاوطن ہوئے اور دمشق سے نکالے گئے۔

(۱۰) تلبیس ابلیس میں علامہ ابن جوزی نے لکھا ہے کہ حضرت احمد

ابن ابی الجواری علیہ الرحمۃ کا یہ جرم تھا کہ آپ فرماتے تھے کہ اولیاء اللہ کا مرتبہ انبیاء سے بھی زیادہ بڑھا ہوا ہے اسپر علما رنے مخالفت کی اور آپکو اپنا وطن چھوڑنا پڑا اور مکہ معظمہ میں پناہ لی۔

(۱۱) تاریخ ابن اثیر جلد ۸ میں ہے کہ حضرت حارث محاسبی نے جو حضرت جنید کے اُستاد تھے علم کلام اور صفات باری تعالیٰ جل جلالہٗ پر تقریر کی تھی۔ اس جرم پر سب نے مخالفت کی حتیٰ کہ آپ کے جنازہ کی نماز میں صرف چار آدمی تھے۔

(۱۲) طبقات الکبرےٰ میں ہے کہ حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر عالموں نے کافر اور زندیق ہونے کا فتوےٰ دیا اور مصر سے بیڑیاں اور ہتکڑیاں ڈال کر نہایت بے حرمتی کے ساتھ بغداد بھیجے گئے۔ مگر جب خلیفہ نے آپ سے گفتگو کی تو متعجب ہو کر بولا اگر یہ شخص کافر اور لامذہب ہے تو روئے زمین پر کوئی مسلمان نہیں ہے۔ پھر ایک مرتبہ اخمیم کے علما حضرت ذوالنون کی مخالفت میں مصر جانے کیلئے کشتی پر سوار ہوئے کہ سلطان کے حضور میں اُن کے کفر پر گواہی دیں۔ لوگوں نے اس واقعہ کی حضرت ذوالنون کو خبر دیدی۔ آپنے کہا خدایا اگر یہ لوگ جھوٹے ہیں تو ان کو دریا میں غرق کردے۔ چنانچہ سب کے سامنے وہ کشتی اُلٹ گئی اور سب ڈوب گئے حتیٰ کہ کشتی بان بھی نہ بچا۔ تب حضرت ذوالنون سے کہا گیا کہ بھلا کشتی بان کا کیا تصور تھا کہ آپنے فرمایا کہ بدکاروں کو سوار کیا تھا۔

(۱۳) حضرت سمنون محب علیہ الرحمۃ اور اُن کے رفقا پر بھی سخت مصیبت آئی اور حرام کاری کی تہمت لگائی گئی۔ (دیکھو طبقات الکبرےٰ)

(۱۴) حسین بن حلاج (منصور) کی سرگذشت محتاج بیان نہیں علمائے ظواہر کا اُن کے کفر اور قتل پر فتوے دینا۔ اور اُن کا صبر و استقلال کے ساتھ جاں بحق تسلیم ہونا مشہور ہے۔ ابن خلکان کا قول ہے کہ قتل منصور کسی ایسے امر کی وجہ سے نہیں ہوا جو قتل کا موجب ہو۔ وزیر نے یہ کارروائی اُسوقت کی جب منصور کئی بار مجلس میں لائے گئے اور اُن سے کوئی بات خلاف شریعت نہ ظاہر ہوئی۔ تب وزیر نے اس کی کوشش کی کہ منصور کی تصنیفات میں کوئی بات قابل گرفت تلاش کی جائے۔ اسپر لوگوں نے عداوت سے کہا کہ ان کی ایک کتاب میں لکھا ہے کہ جب انسان حج کرنے سے مجبور ہو تو ان کے گھر کے ایک دریچہ کو صاف کر کے اُس کا طواف کرے۔ اسپر قاضی نے منصور سے پوچھا کہ یہ کتاب تمھاری تصنیف ہے۔ اُنھوں نے اقرار کیا۔ پھر پوچھا کہ یہ مضامین کس سے حاصل کئے اُنھوں نے کہا کہ حضرت حسن بصری سے۔ مگر منصور کو اس دغا کی خبر نہ تھی جو لوگوں نے ان کے واسطے کی تھی بہرحال قاضی نے کہا کہ اسے خون ریختہ حسن بصری کی کتابوں میں تو یہ مضامین نہیں ہیں۔ وزیر نے خون ریختہ کو پکڑ لیا اور قاضی سے کہا کہ اس کی تکفیر کی نسبت یہ تمھارے حکم کی فرع ہے اب اس کی تکفیر کا حکم لکھو۔ قاضی نے تامل کیا مگر وزیر کے مجبور کرنے سے تکفیر کا فتویٰ لکھدیا۔ جب عوام نے یورش کی تو وزیر نے خلیفہ سے اس معاملہ کا ذکر کیا۔ خلیفہ نے حلاج کو بلا کر ہزار کوڑے لگوائے۔ جب آپنے اُف بھی نہ کی تو آپکے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں قلم کیے گئے اور سولی دیکر آپ کی لاش جلائی گئی اسی کا اشارہ حضرت مولانا رومی علیہ الرحمہ نے اپنے

اپنے اس شعر میں کیا ہے ؎

چوں قلم در دست غدارے بود
لاجرم منصور بردارے بود

(۱۵) سراج السالکین تاج الاولیا حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمہ کو جو سید الطائفہ اور تمام صوفیائے کرام کے مرجع اور ماوی ہیں۔ علمائے ظواہر کے ہاتھوں بارہا یہ واقعہ پیش آیا کہ آپ کافر اور زندیق قرار دیئے گئے اور ماخوذ ہوئے۔ اور علمانے گواہیاں دیں کہ ہمارے سامنے انھوں نے کفر اور بے دینی کے کلمات کہے تھے۔ اور خلاف شریعت خیال ظاہر کیا تھا۔

(دیکھو تلبیس ابلیس ابن جوزی)

(۱۶) طبقات الکبرے میں ابوبکر تلمسانی کا بیان ہے کہ ابودانیال جو نہایت سربرآوردہ شخص تھا وہ حضرت جنیدؒ اور حضرت رویمؒ اور حضرت سمنونؒ اور ابن عطاؒ اور تمام مشائخ عراق کو الزام دیتا تھا اور اگر کسی کو اُن کا مداح یا معتقد پاتا تھا تو غضبناک اور برہم ہوتا تھا۔

(۱۷) تلبیس ابلیس میں علامہ ابن جوزی نے لکھا ہے کہ عبداللہ ابن احمد باھلی ملقب بہ خلیل نے خلیفہ معتصد باللہ کے دربار میں صوفیوں کی شکایت کی کہ یہ لوگ زندیق اور بے دین ہیں اور خلیفہ کا یہ فرض ہے کہ اسلام کو انکے فتنے سے بچائے۔ اور یہ غلام خلیل وہ عالم ہے کہ علامہ ابن ندیم نے اپنی کتاب الفہرست میں لکھا ہے کہ کتاب الدعا اور کتاب الانقطاع الی اللہ اور کتاب الصلوۃ اور کتاب المواعظ اس کی تصنیفات سے ہیں۔

(۱۸) محمد بن الفضیل بلخی علیہ الرحمۃ کو اس جرم پر جلاوطن ہونے کا حکم ہوا کہ اُنکا مذہب اہل حدیث کا مذہب تھا۔ آپنے فرمایا کہ میں جبتک نہ نکلونگا کہ تم میرے گلے میں رسی ڈال کر شہر کے بازاروں میں یہ کہتے ہوئے نہ لیجاؤگے کہ یہ بدعتی ہے چنانچہ جب آپ کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا گیا اور شہر سے نکال دیا۔ اُس وقت آپ نے ان لوگوں سے مخاطب ہو کر یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں سے اپنی معرفت نکال لی اور ایسا ہی ہوا کہ پھر بلخ میں کوئی صوفی نہ ہوا۔ حالانکہ قبل اس کے سب شہروں سے زیادہ بلخ میں صوفی پیدا ہوتے تھے۔ (دیکھو طبقاۃ الکبریٰ)

(۱۹) شیخ عبداللہ ابن حمزہ سے بھی زمانہ منحرف ہو گیا۔ (طبقاۃ الکبریٰ)

(۲۰) حکیم ترمذی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب کتاب علل الشریعہ اور کتاب ختم الاولیا تصنیف کی تو لوگ بگڑ گئے اور بلخ سے نکال دیا۔ (طبقاۃ الکبرے)

(۲۱) ملک رے کے زاہدوں نے یوسف بن الحسین سے دشمنی کی۔
(طبقاۃ الکبرے)

(۲۲) ابوالحسن بوشنجی نیشاپور سے نکالے گئے۔ (طبقاۃ الکبرے)

(۲۳) ابو عثمان مغربی علیہ الرحمہ کو باوجود اُن کے ریاضات اور مجاہدات اور علمی کمالات کے مکہ معظمہ سے نکالا گیا۔ (دیکھو طبقات الکبرے)

(۲۴) تاج الدین سبکی علیہ الرحمہ محدث وصوفی کے کفر پر چند مرتبہ گواہیاں گزریں حالانکہ وہ عابد اور متبع سنت تھے۔ (تلبیس ابلیس)

(۲۵) ابوبکر نابلسی علیہ الرحمۃ پر کیا کیا الزام لگائے گئے۔ حالانکہ

اُن میں علم وفضل زہد واستقامت طریقت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی سرداری موجود تھی مگر لوگ بہتان ڈال کر آپ کو مصر میں لائے اور سلطان کے حضور میں آپکے خلاف شہادت دی۔ آخر اُن کی زندہ ہی کھال کھینچی گئی۔ مگر جسوقت کھال کھینچی جاتی تھی تو آپ کا نیچے اور پاؤں اوپر تھے اور آپ قرآن پڑھتے تھے اس سبب سے قریب تھا کہ لوگوں میں شورش پیدا ہو جائے۔ فوراً سلطان نے کہا کہ پہلے ان کو قتل کرو پھر کھال کھینچو (دیکھو طبقات الکبرے)

(۲۶) ابوالقاسم نصرآبادی باوجود نیکوکاری۔ زہد اور پرہیزگاری کے بصرہ سے نکالے گئے جو متبع سنت تھے۔ (طبقات الکبرے)

(۲۷) ابوالحسن خضری علیہ الرحمۃ کے کفر پر گواہیاں پیش ہوئیں (طبقات الکبرے)

(۲۸) ابن سمنون علیہ الرحمۃ کی شان میں یہاں تک کہا گیا کہ باوجود آپ کے علم اور پرہیزگاری کے لوگ آپ کے جنازہ پر نہیں آئے۔ (تلبیس ابلیس)

(۲۹) آشنائے بحر حقیقت حضرت ابوبکر شبلی علیہ الرحمۃ بھی علامہ ابن جوزی کی طعن ملامت سے نہیں بچے اور اپنے علماء ہمعصر کے باعث زنجیروں میں باندھے گئے اور کفر کا فتویٰ دیا گیا۔ اور لوگوں نے راہ چلتے پھرتے پتھر مارے جس سے آپکے پاؤں ایسے زخمی ہو گئے کہ چلتے تو زمین پر خون کے چھاپے بن جاتے۔ اور کتاب تذکرۃ الاولیاء میں ہے کہ اکثر لوگ آپ کے قتل پر آمادہ ہوئے۔

(۳۰) علامہ ابن جوزی نے اپنی کتاب تلبیس ابلیس میں حضرات صوفیہ کرام پر اسقدر اعتراض کئے ہیں کہ محبوب سبحانی عاشق ربانی غوث الثقلین حضرت محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اُسن کے قلم سے نہیں بچے۔ اور

آپ کی شان اقدس میں وہ الفاظ لکھے ہیں اور ایسی بے ادبی سے آپ کا ذکر کیا ہے جس کے اعادہ سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

(۳۱) حضرت شیخ احمد رفاعی علیہ الرحمۃ پر زندقہ اور الحاد اور محرمات کو حلال قرار دینے کی تہمت لگائی گئی۔ (طبقاۃ الکبریٰ)

(۳۲) امام ابوالقاسم بن قسئی پر کفر کا الزام لگایا گیا چنانچہ آپ علمائے عصر کی تجویز سے قتل ہوئے۔ (دیکھو طبقاۃ الکبریٰ)

(۳۳) حضرت ابن برجان صوفی بھی قتل ہوئے (دیکھو طبقات الکبریٰ)

(۳۴) شیخ خولی علیہ الرحمۃ بھی کفر کے الزام میں قتل ہوئے (طبقاۃ الکبریٰ)

(۳۵) حضرت مرجانی علیہ الرحمۃ کے خلاف حاسدوں نے گواہیاں دیں۔ اور کافر قرار دیکر اُس برگزیدۂ خدا کو قتل کیا۔ طبقاۃ الکبریٰ)

(۳۶) حضرت خواجہ شمس الدین حافظ شیرازی علیہ الرحمۃ بھی طعن ملامت سے نہیں بچے حتی کہ آپ کے جنازہ کی نماز پڑھنے میں لوگوں کو عذر تھا۔

(۳۷) حضرت مولانا شمس تبریز علیہ الرحمۃ کو بھی جان بچانا دشوار ہوئی۔

(۳۸) حضرت جلال الدین رومی قدس سرہٗ سے بھی لوگ بدظن ہوئے آپکا بڑا قصور یہ تھا کہ آپ مسلمانوں کے کسی فرقہ کو بُرا نہیں کہتے تھے۔ چنانچہ ایک عالم فقیہ نے اپنے شاگرد کو آپ کے پاس بھیجا کہ دریافت کرو۔ اگر آپ ہر فرقہ سے اتفاق ظاہر کریں تو آپ کو گالیاں دو۔ اُس نے حسب فہمائیش حاضر ہو کر آپ سے پوچھا اور جب آپ نے مسلمانوں کے کسی فرقہ سے اختلاف نہ کیا اور کسی کو بُرا نہ کہا تو اُس نے آپ کو علانیہ گالیاں دیں۔ آپ نے کمال ایثار نفسی سے فرمایا کہ مجھے

اس سے بھی اتفاق ہے۔

(۳۹) علیٰ ہذا ہندوستان کے مشاہیر حضرات صوفیہ کی بھی یہی حالت ہوئی چنانچہ شہید سرمد دہلوی کا قصہ اس قدر مشہور ہے کہ جس کے اعادہ کی یہاں ضرورت نہیں۔ اور جس عالمانہ تقریر اور فاضلانہ تدبیر سے اس بے گناہ کا خون بہایا گیا تاریخ کے صفحوں سے اس کا نشان قیامت تک نہ مٹے گا۔

(۴۰) حضرت فریدالدین عطار بھی شہید ہوئے۔

(۴۱) حضرت محبوب الٰہی سید نظام الدین سلطان المشائخ کے طرز اور عادات پر نکتہ چینی کی گئی۔

(۴۲) حضرت مولانا شاہ عبدالقدوس گنگوہی کو بدعتی کا خطاب دیا گیا حالانکہ اُن کی حقانیت و ریاضت کا زمانہ معترف ہے اور برگزیدہ اور خدارسیدہ جانتا ہے۔

(۴۳) مناقب رزاقیہ میں ملا نظام الدین صاحب فرنگی محلی نے لکھا ہے کہ حضرت شاہ سید عبدالرزاق صاحب بانسوی قدس سرہٗ العزیز پر بھی لوگوں نے نماز کے متعلق اعتراض کیا۔

(۴۴) جناب شاہ نیاز احمد صاحب بریلوی علیہ الرحمۃ پر معترضین نے رفض والحاد کا الزام لگایا۔

(۴۵) شاہ عبدالرحمٰن صاحب صوفی موحد لکھنوی کو حاسدوں نے معاذاللہ زندیق کہا۔

(۴۶) شہید فی سبیل اللہ مولانا سید امیر علی صاحب جو مولانا شاہ عبدالرحمٰن صاحب کے خلیفہ اور نہایت زاہد اور پرہیزگار عالم تھے مگر وہ بھی علمائے ظواہر کے پنجہ سے

نہ بچے۔ چنانچہ مفتی سعداللہ صاحب نے اس بے گناہ کے قتل کا فتوی دیکر عشرہ محرم میں آپکا سر ہنومان گڑھی سے نیزے پر چڑھا کر لکھنؤ میں لانا چاہا۔

اگر یہ خیال کیا جائے کہ حضرات صوفیہ جوش عشق اور بادۂ توحید میں مسرور رہتے ہیں اور اُن کے بعض عادات اور ارشادات پر علمائے ظواہر معترض بھی ہیں اسلئے مخالف شریعت سمجھکر ان کو مرتد ملحد کافر اور لامذہب کہتے ہونگے تو ہم ناظرین کے اطمینان کیواسطے اب اس گروہ صوفیہ کے چند مقتدر حضرات کے اسماء گرامی نگارش کرتے ہیں۔ جن کا مدار شریعت ظاہری پر ہے اور اتباع سنت کے خلاف وہ قدم بھی نہیں رکھتے۔ اور علاوہ جذبات روحانیت اور حقانیت کے اُن کو علوم ظاہری میں بھی کمال تھا۔ اور اُن کے تبحر اور تقدس کا علماء ظواہر کو بھی اعتراف ہے مگر اُن کے علمائے معاصرین نے اُن کو بھی نہیں چھوڑا۔ اور کافر و زندیق کا خطاب مرحمت فرمایا۔

(۴۷) چنانچہ حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ جو آج حضرات نقشبندیہ کے پیران عظام میں ہیں اور آپ کے فیوضات سے یہ خاندان مستفیض ہے اور آپ کے ہدایات اور ارشادات مطابق شریعت و سنت ہوا کرتے تھے مگر وہ بھی کافر قرار دیئے گئے اور علماء ہی کے فتوے سے اُس برگزیدۂ خدا کی ریش مبارک نوچی گئی۔ اور گوالیار کے قلعہ میں قید ہوئے۔

(۴۸) مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی جو درحقیقت اسم بامسمے تھے اور جن کا ہندوستان کے مشاہیر علماء میں شمار ہے۔ اور آپ کا طریقہ بھی نقشبندیہ تھا مگر افسوس اُن پر بھی بدعت اور گمراہی کا الزام لگایا گیا۔

(۲۹) حضرت مرزا جان جاناں علیہ الرحمۃ جو نقشبند اور عالم متبحر تھے وہ بھی مسلمانوں کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔

اب یہ شبہہ بھی جاتا رہا اور صاف اور بخوبی ظاہر ہوگیا کہ وہ حضرات صوفیہ بھی جن کا متبع شریعت اور سنت ہونا معتبر اور مستند طریقے سے ثابت ہے وہ بھی علمائے ظواہر کے فتوے سے الحاد و ارتداد کے سزاوار ہوئے۔

الغرض طبقۂ اسلام میں نظر غائر سے دیکھا جائے تو کوئی عہد اور کوئی قرن ایسا نہ ملیگا جس میں حضرات صوفیۂ کرام کے خلاف علمائے عظام نے اپنی زبان یا اپنے قلم سے کوئی کارروائی نہ کی ہو۔ اور خواہ صوفی کسی طبقہ اور کسی مشرب کا کیوں نہو مگر جب اُس کے نام کے ساتھ لفظ صوفی ضم ہوا تو اُن کو ضرور ناگوار ہوا۔ اور غضبناک ہوکر یہ قد کفر قد کفر فرمانے لگے۔ ہم نے تمثیلاً یہ چند نام حضرات صوفیہ کرام کے یہاں درج کئے ہیں۔ ورنہ اس تیرہ سو برس کے اندر جاہ طلب علمار کے کارنامے اور اُن حضرات کے نام نامی جن پر الحاد اور کفر کا الزام لگایا گیا ہے اگر تفصیل کیساتھ لکھے جائیں تو ایک ضخیم کتاب ہوجائے۔

یہ بھی دیکھنا چاہیئے کہ ہم نے جسقدر نام حضرات صوفیہ کے اوپر تحریر کئے ہیں یہ معمولی درویش بھی نہیں ہیں بلکہ یہ اُن اہل اللہ کے اسمار گرامی ہیں جن کے برکات اور فیوضات سے زمانہ مستفیض ہے جن کے زہد اور عبادت۔ بزرگی اور حقانیت کا سب کو اعتراف ہے۔ اپنے اپنے عہد میں یہ پیشوائے خلق اور رہنمائے عالم ہوئے ہیں اور بڑے بڑے ممتاز مشائخین اور مشہور بزرگان دین اُن کے حلقۂ بگوش ہیں۔ اور علاوہ اس یافت اور دید کے یہ حضرات علوم ظاہری میں بھی کمال

رکھتے تھے۔ ہزاروں کتابیں ان کی تصنیفات سے ایسی ہیں جن کا پڑھنا اور اُن کے مضامین ومطالب کا سمجھنا بھی ہمارے زمانے کے علما کو دشوار ہے بلکہ تابعین اور تبع تابعین کے نام بھی اس سلسلہ میں درج ہیں حتیٰ کہ اصحاب اجلّہ اور آلِ رسول اللہ کے نام بھی اس مختصر فہرست میں موجود ہیں جن کی شان اور بزرگی علم وفضل تبحر وتقدس کا شاید کسی کو انکار نہ ہوگا مگر ہمارے علمار ظواہر اُن سے بھی ناخوش رہے۔ اب ظاہراً ان مقبولان بارگاہ احدیت اور محبوبان حضرت صمدیت کا اور کوئی قصور تو معلوم نہیں ہوتا بجز اس کے کہ یہ برگزیدۂ خدا طریقت کے پیشوا اور صوفی کے پاک لقب سے مشہور ہوئے تھے اور شاید اسی جرم پر ان کے معاصرین علمار ظواہر نے ان کو طرح طرح کی تکلیفیں بھی دیں۔ زنداں میں قید بھی کیا۔ انواع انواع قسم کے تشدد بھی کیے۔ پھر بھی بار بے حرمتی بھی کی۔ جلار وطن بھی کیا۔ الحاد اور ارتداد کے الزام بھی لگائے۔ تکفیر کا فتویٰ دیکر اُن کی کھال بھی کھینچی۔ اُن کو قتل بھی کیا۔ اُنکی لاش کو بھی جلایا۔

مگر مجبوری یہ ہے کہ علما کی اس ناخوشی کا علاج نہیں۔ جو شخص خدائے عزّ وجل کی حقانیت کو سمجھے گا۔ توحید حضرت احدیت کی دل سے تصدیق کریگا۔ خدا کی محبت میں ہمہ تن مصروف ہوگا۔ اُس کی لوگ عظمت بھی کریں گے اور اُس کو صوفی اور پیشوائے طریقت بھی کہیں گے۔ اور یہ خلق کی سرداری اس کو خدا کی طرف سے ملتی ہے جس کو کسی کا حسد اور تعصب مٹا بھی نہیں سکتا۔

لیکن اس سے بھی زیادہ حیرت اور تعجب کی بات یہ ہے کہ علمار ظواہر کی یہ بدسلوکی کاش حضرات صوفیۂ کرام ہی کی ذات تک محدود رہتی اور اس عداوت کا جو کچھ نتیجہ ہوتا وہ انھیں مظلوموں کی جان پر گذر جاتا تو بھی غنیمت تھا مگر افسوس ایسا بھی نہ ہوا کیونکہ

تاریخ کی ورق گردانی کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی نفسانیت کا دائرہ بہت وسیع ہے اور نمود و شہرت کے شوق اور جاہ پرستی کی ہوس نے ان کے انصاف کی آنکھوں پر ایسا سنگین حجاب ڈالا ہے کہ یہ اپنی ہی فوج کو مارنے لگے اور جن کے خرمن تحقیق کے یہ خود خوشہ چیں ہیں۔ اور جن کی تصنیف کردہ کتابوں کے پڑھنے سے یہ قاضی اور مفتی کہلاتے ہیں اُنھیں پر ہاتھ صاف کیا اور بڑے بڑے بزرگ اور متبحر علما، متقدمین اور متاخرین کی بھی تکفیر کا فتویٰ لکھدیا۔ اب اُن عالموں کی پاک روحیں اگر اپنے ان شاگردوں کی نسبت زبان حال سے یہ کہیں تو بیجا نہ ہوگا۔

کس نیاموخت علم تیر از من
کہ مرا عاقبت نشانہ نہ کرد

لہٰذا اب ہم اُن علمائے معتبرین کے نام نامی لکھتے ہیں کہ جنھوں نے اسلام کا دفتر درست اور مرتب کیا۔ کلام الٰہی کی تفسیریں لکھیں۔ احادیث نبویؐ کے جمع کرنے میں کوشش کی۔ قانون فقہ مرتب فرمایا اور بعض نے محدث بعض نے حجت الاسلام کا لقب پایا۔ اور اپنے اپنے عہد میں اسلام کی حمایت اور ایسی ہمدردی کی کہ لوگ اُن کے گرویدہ رہے۔ اور آج بھی اُن کا نام عظمت کے ساتھ لیا جاتا ہے مگر اُن کے معاصرین نے اُن کو بھی نہیں چھوڑا۔ اور اُن کو بھی تکفیر کا خطاب مرحمت فرمایا۔ جس کے دیکھنے سے حضرات صوفیہ کے طرفداروں کو کسی قدر ضرور صبر آئے گا اور سمجھیں گے کہ اس تکفیر کی بارش کچھ ہمارے ہی پیشواؤں پر نہیں ہوئی ہے بلکہ ان عالموں کے استاد بھی ان کے قد کفر تک کفر کے حملے سے نہیں بچے۔

(۵۰) چنانچہ امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت علیہ الرحمہ جن کو مسلمانوں کا بڑا گروہ

امام اعظم کہتا ہے اور جن کی تقلید کو لازم جانتا ہے اُس مشہور عالم اور مسلمانوں کے محسن مقدس اور ابرار شخص کی نسبت لوگوں نے ایسی ایسی باتیں کہیں جن کا نقل کرنا بے ادبی ہے۔ بعضوں نے آپ کو جاہل ٹھیرایا۔ بعض نے بدعتی بنایا بعض نے کفر کی نسبت کی۔

(۵۱) امام ابوعبداللہ محمد بن ادریس شافعی علیہ الرحمۃ ایسے پاک اور مقدس امام کو حاسدوں نے اَضَرُّ مِنْ اِبْلِیْس۔ کا خطاب دیا۔ اور اُن کے مرنے کی دعائیں مانگیں۔ اور علماء عراق و مصر نے اُن پر یہاں تک اتہام لگائے کہ یمن سے دار السلام تک ایسی بے حرمتی سے قید کر کے بھیجے گئے کہ ہزاروں آدمی ملامت کرتے اور گالیاں دیتے جاتے تھے اور آپ اُن کے حلقے میں سر جھکائے ہوئے تھے۔

(طبقاۃ الکبریٰ)

(۵۲) امام مالک بن انس علیہ الرحمۃ پچیس سال تک جمعہ اور جماعت کے لیے باہر نہ نکلے اور ایسی ذلت سے قید کیے گئے کہ جس کے سننے سے بدن میں رعشہ پڑتا ہے اور اس بیدردی سے آپ کی مشکیں باندھی گئیں کہ ہاتھ بازو سے اُکھڑ گیا۔ پھر اونٹ پر سوار کیے گئے اور کہا گیا کہ اس مسئلہ کی صحت کا اقرار کریں۔ جسے وہ دل سے غلط جانتے تھے۔ آخر امام نے اونٹ پر کھڑے ہو کر فرمایا کہ جو مجھکو جانتا ہے وہ جانتا ہے اور جو نہ جانتا ہو وہ جانے کہ میں مالک بن انس ہوں اور صاف کہتا ہوں کہ طَلَاقُ الْمُکْرِہِ لَیْسَ بِشَیْءٍ۔ اسپر ستر کوڑے مارے گئے اور قید رکھے گئے۔

(طبقاۃ الکبریٰ)

(۵۳) امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ کی مصیبت سنو کہ اٹھائیس مہینے تک

وہ قید رہے۔ اور بھاری بھاری زنجیریں اُن کے پاؤں میں ڈالی گئیں اور مجلس میں بلائے جاتے تھے اور لوگ اُن کو طمانچہ مارتے تھے۔ اور منہ پر تھوکتے تھے۔ اور شام کو قید خانے سے نکالے جاتے اور کوڑوں کی مار اُن پر پڑتی۔ اور مارنے کے بعد اُن کے سُرین سے گوشت کی بوٹیاں اور چمڑہ نوچا جاتا۔ ابن داؤد جو خلیفہ کیطرف سے مناظرہ کرتا تھا وہ امام موصوف کو گمراہ اور بدعتی کہتا تھا۔ چنانچہ عرصے تک مخالفین مناظرہ کرتے رہے یہاں تک کہ خلیفہ گھبرا گیا۔ اُسوقت ابن داؤد نے کہا کہ اے امیر المومنین آپ ان کو قتل کیجئے ان کا خون ہماری گردن پر ہے۔ اسپر خلیفہ نے اس قدر طمانچے مارے کہ آپ کو غش آگیا۔

(طبقاۃ الکبرے)

(۵۴) امام محمد بن اسمٰعیل بخاری جنھوں نے احادیث رسول اللہ کے جمع کرنے میں اپنی زندگی کو وقف کر دیا۔ اور جن کو آج تک سب عزت کی نظر سے دیکھتے ہیں وہ پاک امام خارج البلد کیا گیا۔ (طبقاۃ الکبریٰ)

(۵۵) امام نسائی محدث مسجد میں شہید کئے گئے۔

(۵۶) علامہ عبدالکریم شہرستانی جو علامہ ابوالقاسم کے شاگرد اور محدث سمعانی کے فن حدیث میں استاد تھے۔ ان کے ہمعصر علمار نے ان پر الحاد کا گمان کیا۔ (طبقاۃ الکبریٰ)

(۵۷) ابن خازنؒ بایں تبحر و امامت زندیق قرار دیئے گئے۔ (طبقاۃ الکبرے)

(۵۸) شیخ ابو مدینؒ مغربی بجرم زندقہ جلا وطن کئے گئے۔ (طبقاۃ الکبرے)

(۵۹) شیخ عزیز الدینؒ بن عبدالسلام بھی کفر کے الزام سے نہ بچے۔ (طبقاۃ الکبرے)

(۶۰) شیخ الاسلام تقی الدین کے سے لوگوں نے حسد کیا۔ (طبقاۃ الکبرے)

(۶۱) حضرت فخر الدین عراقی بھی بدکار مشہور ہوئے۔ (طبقاۃ الکبرے)

(۶۲) سید عمر بن الفارض کی نسبت بھی لوگوں نے انکار کیا۔ (طبقاۃ الکبرے)

(۶۳) ابوالحسن شاذلی علیہ الرحمۃ کو مع انکے رفقا کے ملک مغرب سے نکالا۔ اور سکندریہ لکھ بھیجا کہ عنقریب ہاں ایک مغربی زندیق پہونچے گا جسکو ہم نے نکال دیا ہے اُسکے ملنے سے پرہیز کرنا چاہیے۔ چنانچہ جب امام موصوف اسکندریہ پہونچے تو دیکھا کہ وہاں کے لوگ ان کو گالیاں دیتے ہیں۔ (دیکھو طبقاۃ الکبرے۔)

(۶۴) شیخ ابوالحسن اشعری جو طبقۂ اہل سنت کے مشہور امام اور معتبر عالم ہیں مگر اُن کو بھی الحاد کا الزام لگایا اور کافر کہا۔ (طبقاۃ الکبریٰ)

(۶۵) حضرت ابونعیم اصفہانی مصنف کتاب حلیہ اور طبقات کو اہالیان اصفہان نے خارج البلد کیا (طبقاۃ الکبرے)

(۶۶) شیخ محی الدین ابن العربی علیہ الرحمۃ کو امام الموحدین اور کبریت احمر اور اکسیر اعظم اور شیخ الطائفہ کہتے ہیں۔ مگر ایسے جلیل القدر اور ممتاز عالم کی تکفیر کا فتوے عالموں نے لکھدیا۔ چنانچہ مولانا عبدالرحمٰن جامی نے اپنی کتاب نفحات الانس میں ابن عربی کی نسبت لکھا ہے کہ۔

"وے قدوۂ قائلان وحدت وجود است و بسیارے از فقہا و علما و ظاہر در وے طعن کردہ اند۔"

اور اس کے بعد آپ لکھتے ہیں کہ شیخ رکن الدین علاؤ الدولہ نے ابن عربی کی نسبت فتوحات مکیہ کے حاشیہ پر لکھدیا ہے کہ "تخطیہ بلکہ تکفیر کردہ است۔"

اور اس قدر عالم کے واسطے فقط تکفیر ہی کا فتوے نہیں ہوا بلکہ حضرات علماء نے یہ فتوے دیا ہے کہ "کُفْرُہٗ اَشَدُّ مِنْ کُفْرِ الْیَهُوْدِ وَالنَّصَارٰی" یعنی اُس کا کفر یہود اور نصاریٰ کے کفر سے بڑھ کر ہے اور اس پر بھی مفتی صاحبان کو صبر نہ آیا تو اُن کے تمام گروہ پر تکفیر کا فتوے جاری فرمایا چنانچہ ابن مقری فقیہ نے دینداری کے جوش میں یہ فتوے دیا "مَنْ شَكَّ فِيْ كُفْرِ طَائِفَةِ اِبْنِ عَرَبِيْ فَهُوَ كَافِرٌ" اور جب اس پر بھی اُن کے دلوں کی آگ نہ ٹھنڈی ہوئی۔ تو اُن کے کفر میں شک کرنیوالوں پر بھی کفر کا فتوے دیدیا۔ اور صاف لکھدیا کہ "مَنْ لَّمْ يُكَفِّرْ طَائِفَةَ ابْنِ عَرَبِيْ كَانَ لَمْ يُكَفِّرِ الْيَهُوْدَ وَ النَّصَارٰى وَمَنْ شَكَّ فِيْ كُفْرِهٖ وَمَنْ هُوَ مِثْلُهٗ فَهُوَ كَافِرٌ وَمَنْ شَكَّ فِيْ كُفْرِهٖ فَهُوَ كَافِرٌ"۔ بعض نے ہر روز دس مرتبہ اُن پر لعنت کرنے کو اپنا وظیفہ ٹھہرایا۔ ایک گروہ نے اُن کے مزار مبارک کو مزبلہ بول و براز بنایا۔

(۶۷) حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی علیہ الرحمۃ پر بغداد کے عالموں نے کفر کا فتوے دیا۔

(۶۸) امام محمد ابو حامد الغزالی علیہ الرحمۃ کا حال سب جانتے ہیں کہ آجتک اُن کا لقب حجۃ الاسلام ہے مگر یہ حضرت بھی اپنے زمانے میں کافر ٹھہرائے گئے۔ امام یافعیؒ نے کتاب ارشاد میں لکھا ہے کہ ابن رشد جو متبحر عالم تھا اور قاضی عیاض اور دیگر علماء معاصرین نے آپ کی تکفیر کا فتوے دیا اور آپ کی کتاب احیاء العلوم کو جلادیا۔ جب امام غزالی کو یہ خبر پہونچی تو آپنے قاضی کے لئے بددعا کی چنانچہ اُسی روز وہ مرگ مفاجات سے حمام میں مرگئے اور بعض کہتے ہیں

کہ خلیفہ مہدی نے قاضی صاحب کے قتل کا حکم دیا مگر بعد اس کے جلیل القدر علما حضرت امام غزالی کے قائل ہوئے۔ اور احیاء العلوم کو آب زر سے لکھوایا۔
(طبقات الکبرے)

(۶۹) اس آخر زمانے میں شمس العلما مولانا شبلی نعمانی جو مسلمانوں کے سچے ہمدرد تھے۔ اور جن کی سعی اور کوشش نے ندوہ کو دوبارہ زندہ کیا۔ اور اُس کی مالی آمدنی میں نمایاں ترقی ہوئی۔ دار العلوم تعمیر کرایا۔ مسلمان بچوں کی مذہبی تعلیم کے واسطے اس پیرانہ سالی میں سرگردانی کی تکلیفیں برداشت کیں۔ اس کے صلہ میں علما نے اُن کو بھی تکفیر کا خطاب مرحمت فرمایا۔

(۷۰) اس کے بعد مولانا محمد عبدالباری صاحب لکھنوی جن کی صورت مسلمانوں کی ہے لباس مسلمانوں کا ہے۔ عادات مسلمانوں کی ہیں اور علاوہ علم و فضل کے بہ کمال احتیاط شریعت اور سنت کے پابند بھی ہیں مگر اُنکی بھی تکفیر کا فتوے محض اس جرم پر ہوا کہ آپ انجمن خدام کعبہ کے ممتاز ممبر ہیں۔

غرض اس مختصر فہرست کے دیکھنے سے اسکا اندازہ بخوبی ہو سکتا ہے کہ ہر عہد اور ہر قرن میں علماء ظواہر کے ہاتھوں سے اُس شخص کو ضرور صدمہ پہونچا ہے جو اپنی قوم میں ممتاز ہوا۔ اور جس کی عظمت اور بزرگی کی غیر معمولی شہرت ہوئی ہے اسمیں نہ طبقۂ علما کی قید ہے۔ نہ حضرات صوفیۂ کرام کی خصوصیت ہے جس عالم نے اپنے معاصرین کے خیالات سے بڑھکر کوئی بات

بات زبان سے نکالی وہ ضرور مجنوں یا مرتد یا ملحد یا کافر سمجھا گیا اور جس صوفی نے تصوف کے معنوی لطائف اور نکات بیان کئے اور اس کی حقانیت کا زمانہ معترف ہوا۔ بس علمائے ظواہر کو ضبط کا یارا نہ رہا چاہے وہ کیسا ہی مقدس اور پارسا اور برگزیدۂ خدا کیوں نہ ہو مگر قَدْ کَفَرَ قَدْ کَفَرَ کہنے لگے۔

ایک زمانہ میں تو حضرات فقہا نے تکفیر کی یہ کثرت کردی تھی کہ معمولی معمولی باتوں پر کفر کا فتوے دیدیا اور ادنےٰ ادنےٰ فروعی مسائل کی مخالفت پر مسلمانوں کو قتل کرادیا۔ چنانچہ امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ سے یوسف بن خالد نے وتر کا مسئلہ پوچھا۔ آپ نے فرمایا کہ واجب ہے۔ بس یوسف بن خالد فقیہ نے اس کے جواب میں کہا کہ کَفَرْتَ یَا اَبُوحَنِیْفَۃ۔ اسی طرح صدہا مسلمان ہاتھ کھول کر نماز پڑھنے پر کافر ٹھہرے۔ ہزاروں گردن اور کان کا مسح نہ کرنے پر مارے گئے۔ خلق قرآن کے مسئلہ نے مسلمانوں کے خون کی ندیاں بہادیں۔ خلافت اور امامت کی بحث میں شہر ویران ہوگئے۔ اور آج بھی وہی کیفیت ہو کہ بے سروپا الزام لگا کر فقیروں کے ایک فرقۂ احرام پوش کو مفتی عزیز الرحمن صاحب نے کافر کہدیا اور لکھدیا کہ "ان کے ساتھ ارتباط و اختلاط محبت وداد قطعاً حرام و ناجائز ہے۔"

مگر جن کو خدا نے عقل و انصاف کا مادہ دیا ہے اور جو کفر اور ایمان کی حقیقت کو جانتے ہیں اور حق و باطل کی تمیز کرسکتے ہیں وہ ایسے مفتیوں کی ذرہ برابر بھی وقعت نہیں کرتے جو فقہ کی دس پانچ کتابیں پڑھنے اور ازالۂ نجاست وغیرہ کے مسائل جان لینے کے بعد مسلمانوں کو کافر کہنے لگتے ہیں۔

Scanned with CamScanner

اور ان کے دیئے ہوئے کفر کے فتوے سمجھ داروں کے دل پر کیا اثر کر سکتے ہیں کیونکہ مفتی صاحب کا سیاہ کیا ہوا کاغذ خدا کا نوشتہ تو ہے نہیں۔ غایت ما فی الباب یہ ایک عالم یا چند عالموں کی رائے ہے۔ پھر یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ کسی شخص کے کہہ دینے سے کوئی مسلمان کافر ہو جائے گا۔ اور اُن کے فتوے پر خدا اُس کو دوزخ میں بھیج دے گا۔

اس فہرست کے دیکھنے سے اور اس کفر و الحاد کی بحث سے ایک خراب اور نہایت قبیح نتیجہ اور بھی نکلتا ہے جو اسلام کی شان و شوکت اور خاص خصوصیت کو بالکل مٹائے دیتا ہے وہ یہ کہ مسلمانوں کا یہ دعوے ہے کہ ہمارے بانی اسلام نے تئیس ۲۳ سال کی اپنی مسلسل کوشش اور جانفشانی سے ہم کو توحید کا سبق پڑھایا۔ تابعین اور تبع تابعین کی ہمت اور سچائی نے مغرب سے مشرق تک وحدہٗ لاشریک لہٗ کا ڈنکا بجایا اور یہی عقیدہ ہے کہ قیامت تک توحید اور سچائی کے ساتھ اسلام قائم رہیگا۔ مگر کفر و الحاد کے یہ فتوے دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے یہ دعوے نقش بر آب سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے کیونکہ اول تو حضرات صوفیہ کرام کا یہ مقدس گروہ جس میں ہر ایک پیشوائے خلق اور رہنمائے خاص و عام ہے اور جن کو اسلام کی روح اور رواں کہنا چاہیئے۔ اور جنکے ایمان اور ایقان میں شک کرنا گویا روز روشن میں وجود آفتاب سے انکار کرنا ہے اور دوسرا علمائے عظام کا فرقہ ہے جس میں کوئی امام کوئی حجت الاسلام کے لقب سے مشہور ہے لیکن جب یہ ارکین اسلام اپنے معاصرین علما کے فتوے

سے کافر قرار پائے۔ اور علما نے محققانہ حیثیت سے فرداً فرداً اور نام بنام ان پر تکفیر کا فتوے دیا تو پھر اسلام میں باقی کیا رہ گیا۔ یہی لوگ کافر اور ملحد تھے تو کیا موحد اور ایماندار عوام الناس تھے۔

بلکہ نظر غائر سے دیکھا جائے تو حضرات علما کے انھیں فتووں سے جو اوپر مذکور ہوئے ہیں عوام الناس بھی نہ ایماندار کبھی تھے نہ ہیں اور یقین ہے کہ نہ کبھی آئندہ ہوں گے بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ ابتدائے زمانۂ اسلام سے اور آجتک جس قدر پیدا ہوئے اسمیں امیر ہوں یا غریب۔ پڑھے لکھے ہوں یا جاہل اعلیٰ خاندان سے ہوں یا ادنیٰ خاندان سے۔ صاحب شریعت ہوں یا متبع طریقت مغرب میں پیدا ہوئے ہوں یا مشرق میں انھیں اکابرین صوفیۂ کرام اور ائمہ اسلام کی طرح جو کافر اور زندیق قرار پا چکے ہیں بقول علما ظہوا ہر سب مسلمان کافر اور زندیق ہیں۔ کیونکہ مفتی عزیز الرحمٰن صاحب نے اپنے اس فتوے میں بھی جو احرام پوش فرقے کی تکفیر پر دیا ہے اجمالاً یہ لکھدیا ہے کہ جس کی یہ تکفیر کا فتوے ہم نے دیا ہے اُس کے ساتھ ارتباط۔ اختلاط محبت وداد قطعاً حرام و ناجائز ہے۔ لیکن مفتی صاحب کے اسلاف نے اسکو بہت واضح اور بہت صاف لفظوں میں لکھا ہے کہ جس مسلمان پر ہم نے کفر کا فتوے دیا ہے اُس کے ساتھ اُس کا تمام گروہ بھی کافر ہے اور جو اُس مسلمان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ سبحان اللہ کس قدر وسیع اور جامع یہ حکم ہے اور اس حکم سے مفتی صاحب کے اختیار نادر اولوالعزمی کا پورا اظہار ہے کہ کفر کا فتوی صرف اُسی شخص پر نہیں دیا جو اُن کے خیال میں

کفر کا سزاوار تھا بلکہ دونوں اقوں سے تکفیر لٹائی گئی ہے اور بے دھڑک ہر ایک مسلمان کو شریک کر لیا ہے کہ کسی طبقہ اور کسی حیثیت کا مسلمان کیوں نہ ہو اور چاہے کسی زمانے میں وہ پیدا ہو مگر جب ہمارے دیئے ہوئے فتوے پر ذرا بھی شک کرے گا یا ہمارے بنائے ہوئے کافر کے گروہ میں شریک ہو گا تو بغیر تفتیش اور بلا عذر وہ کفر سے مستثنیٰ نہیں ہو سکتا ہے اس کا نام اختیار رہے کہ جنت اور دوزخ پر پورا قبضہ ہے اور خدا کے اُن بندوں پر بھی جو قیامت تک پیدا ہوں گے مفتی صاحب نے اپنے ہی زمانے میں اُن کا بھی فیصلہ کر دیا اور جنتی اور جہنمی ہونے کا پروانہ لکھ دیا۔ چنانچہ حضرت ابن عربی علیہ الرحمۃ کے کفر نے اپنے فتوے میں یہ عبارت لکھی ہے۔ مَنْ لَمْ یُکَفِّرْ طَائِفَةَ ابْنِ عَرَبِیٍّ کَانَ لَمْ یُکَفِّرِ الْیَهُوْدَ وَالنَّصَارٰی وَمَنْ شَكَّ فِیْ کُفْرِهٖ وَمَنْ هُوَ مِثْلُهٗ فَهُوَ کَافِرٌ وَمَنْ شَكَّ فِیْ کُفْرِ مَنْ شَكَّ فِیْ کُفْرِهٖ فَهُوَ کَافِرٌ۔ لہذا اس فتوے کے مطابق جس کو لائق مفتی نے بطور کلیہ کے لکھ دیا ہے اور اسی طرح اور اور بزرگوں کی تکفیر پر جو فتوے ہوئے ہیں وہ بھی شرائط ہذا کے ساتھ مشروط ہیں۔ اب اگر تلاش کیا جائے تو اس تیرہ سو برس میں کروڑہا مسلمان پیدا ہوئے جن کا شمار خدا ہی کو معلوم ہے مگر شاید مفتی صاحبان کی فرمائش کے مطابق تو ایک مسلمان اور ایماندار نہ ٹھہریگا۔ کیونکہ کوئی مسلمان ایسا نہ ملے گا جو ان مقدس بزرگوں سے جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے اور جن کو علماء نے علانیہ زندیق اور کافر کہا ہے محبت اور وداد نہ رکھتا ہو اور دل سے ان کا متبع اور ان کے گروہ میں شامل نہ ہو

اور معاذ اللہ ان کو کافر سمجھنا یا ان کی تکفیر پر شک کرنا کیسا بلکہ ان کو کافر اور زندیق کہنے والے کو جھوٹا اور کاذب نہ جانتا ہو۔

چنانچہ نظر غائر سے پہلے حضرات صوفیہ کرام کے مقدس گروہ کو دیکھئے کہ کس کس کو ان سے محبت ہے اور کون کون ان کے گروہ میں شامل اور اُنکی پیروی اور اُن کی غلامی کو اپنا فخر جانتا ہے۔ اور اُن کو خدا کا محبوب اور مقبول کہتا ہے یا بقول مفتی صاحبان ان کو کافر اور زندیق سمجھتا ہے۔

طبقہ صوفیہ میں بہت بڑا اور قدیم ایک گروہ قادریہ کے لقب سے ممتاز ہے جس کے پیران عظام میں حضرت جنیدؒ اور شبلیؒ ہیں۔ اور جس کو خاص نسبت حضرت غوث الثقلین محی الدین عبد القادر جیلانیؒ سے ہے۔ اور کیسے کیسے مقتدر بزرگ اور مقدس حضرات اس سلسلہ میں پیدا ہوئے اور ہر عہد اور ہر قرن میں اُن کے پاک ہاتھوں پر خدا کے بندوں نے بیعت کی اور اُنکے حلقہ بگوش ہو کر انکو اپنا رہنما اور پیشوا بلکہ موجودہ تمام عالم سے بزرگ اور برگزیدہ جانا اور ایسا کوئی گوشہ دنیا کا نہ ہوگا جہاں اس چشمۂ فیض کا سیلاب نہ آیا ہو اور سلسلۂ قادریہ کے ہزاروں بزرگ اور بیشمار اُن کے ہم خیال نگذرے ہوں اور یہ فیض ابتدا سے تا ایندم جاری ہے اور انشاء اللہ ہمیشہ جاری رہیگا۔

علیٰ ہذا گروہ نقشبندیہ کو دیکھئے جسمیں حضرت شیخ احمد مجدد سرہندی ہیں جو گیارہویں صدی میں پیدا ہوئے یہ گروہ بھی قدیم ہے اور بڑے بڑے ابرار اور دیندار اس خاندان میں پیدا ہوئے جنکے بیشمار دست گرفتہ ہر زمانے میں رہے اور آج بھی موجود ہیں اور انشاء اللہ آئندہ بھی رہیں گے۔

اب ناظرین غور فرمائیں کہ یہی دو گروہ حضرات صوفیہ کے ایسے ہیں جن کے محب اور جاں نثاروں کا شمار کرنا دشوار نہیں بلکہ غیر ممکن ہے۔ کوئی زمانہ ایسا نہیں ہوا جسمیں ان کی حقانیت کی شہرت سا نہ ہوئی۔ اور کوئی شہر ایسا نہیں جہاں مسلمان آباد ہوں اور اُن میں زیادہ تر ان حضرات کے کامل الایمان والایقان ہونے کے مقر اور ان کی بزرگی اور ان کے اختصاص اور تقرب الی اللہ کے قائل نہ ہوں۔ اور اُن کے گروہ میں داخل ہونے کو اپنا فخر اور ذریعۂ نجات نہ جانتے ہوں۔

بڑا حصہ مسلمانوں کا تو یوں نکل گیا کہ وہ ان صوفیوں کا محب اور ہواخواہ ہے جن کو خود یا جن کے پیرانِ عظام کو علما تکفیر کا خطاب دے چکے ہیں اور صاف الفاظ میں لکھدیا ہے کہ جو ان کے گروہ میں ہے یا ان کی تکفیر میں شک کریگا وہ بھی کافر ہے غرض اس قاعدے سے بیشمار مسلمان جو حضرات صوفیہ کے معتقد یا حلقۂ بگوش ہیں یا اُن کو کامل الایمان اور خدا کا برگزیدہ جانتے ہیں بقول مفتی صاحبانِ قطعی کافر ہو گئے۔ باقی وہ مسلمان جو مذاق طریقت سے علیحدہ رہے اُن کو کسی امام شریعت سے ضرور سروکار رہا۔ اور اس امام شریعت کے جانشین اور ہم خیال علما سے ارتباط و اختلاط محبت و وداد کو اپنی سعادت سمجھی۔ اور اُنکو ایماندار جان کر اُنکی تقلید کی یا اُنکی ہدایت پر عمل کیا۔ بلکہ ایک مسلمان بھی ایسا نہ ملیگا جس کو ائمۂ اسلام کے برسرِ حق اور کامل الایمان ہونے کا پورا یقین نہ ہو اور امام ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ اور امام مالکؒ اور امام حنبلؒ کا مقلد یا معتقد نہ ہو۔ علاوہ اس کے

بعض کو ان کی شاگردی کا فخر حاصل ہے بعض ان کی تصانیف سے بہرہ مند ہو کر
ان کو اپنا محسن جانتے ہیں۔

اس تفصیل سے نتیجہ نکلا کہ کوئی مسلمان نہ کبھی ایسا تھا اور نہ آج ہے اور
یقینی آئندہ بھی نہ ہوگا جو حضرات صوفیہ اور ائمہ اسلام سے سروکار نہ رکھتا ہو
یا ان کے گروہ میں شامل نہ ہو۔ اور اُن کے الحاد اور تکفیر کا نام منکر اُس کو
طیش نہ آتا ہو۔ لہذا جب ہر زمانے کے مسلمان خواہ حضرات صوفیہ کے
محب خواہ ائمہ اسلام کے دوست رہے اور جس قدر مسلمان آج موجود
ہیں وہ بھی کسی صوفی کے حلقہ بگوش یا کسی امام کے متبع ضرور ہیں تو اپنے
رہنماؤں اور پیشواؤں کی تکفیر میں وہ یقینی شک بھی کرتے ہیں اور لازمی
ہے کہ اُن کو اپنا ندار بھی جانتے ہیں۔ تو مفتی صاحبان کے اس اصول کے
مطابق کہ وَمَنْ شَكَّ فِي كُفْرِ مَنْ شَكَّ فِي كُفْرِہٖ فَهُوَ كَافِرٌ۔ سب
مسلمان کافر ٹھہرے اور " برعکس نہند نام زنگی کافور " کا مضمون ہو گیا۔
جس کو صاف لفظوں میں یوں کہنا چاہیے کہ آج تک جتنے مسلمان پیدا ہوئے
اور قیامت تک جس قدر پیدا ہوں گے سب انھیں پاک صوفیوں کی محبت
ائمہ اسلام کے اتباع سے کافر ہوئے اور یہ سب ناکردہ گناہ مفتیوں کے
فتوے سے جہنمی قرار پائے۔ اور مفتی صاحب کے قلم کی ایک جنبش نے جملہ
مسلمانوں کی قسمت کا فیصلہ کر دیا اور قیامت کے دن کے لئے ان بیشمار
مسلمانوں کے سوال وجواب حساب کتاب کا جھگڑا نہ باقی رکھا۔ بقول

قصہ کوتہ کرد ورنہ درد سر بسیار بود

غرض یہ ناگہانی بلا جب مسلمان پر نازل ہوئی اور دیکھا کہ اچھے بُرے عورت مرد کافر قرار پائے اور علماء ظواہر کے فتووں نے جملہ مسلمانوں کو جہنمی بنادیا اور تمام عالم میں ایماندار عنقا کی طرح معدوم نظر آئے۔ تو خیال ہوا کہ ایسا نہیں ہوسکتا اور یہ محالات سے ہے کہ کروڑہا مسلمانوں میں دو چار ایماندار بھی نہ ہوں۔ اور اگر سبھی ملحد اور کافر ہوجاتے تو پھر دنیا میں اسلام کا نام اس خصوصیت کیساتھ کیوں پکارا جاتا ہے اس لئے تھوڑے یا بہت ایماندار مسلمان بھی دنیا کے کسی گوشہ میں ضرور ہوں گے۔

بہت غور و فکر کرنے سے معلوم ہوا کہ واقعی ابھی اسلام کا نام باقی ہے اور چند مسلمان ایسے ایماندار موجود ہیں جو شرک اور بدعت کے ازلی دشمن ہیں اور کفر و الحاد تو اُن کے محلہ میں بھی قدم نہیں رکھ سکتا۔ وہ کون۔ حضرات علماء دیوبند اور اُن کے ہم خیال ہیں جن کا ایمان تمام عالم کے مسلمانوں کے ایمان سے کہیں بڑا ہے۔

ہم اپنی اس تلاش پر خود ناز کرتے تھے کہ ہماری کوشش نے بڑا کام کیا اور ایسے مسلمان ڈھونڈھ کر نکالے جن کے ایمان اور اسلام کا مثل و نظیر نہیں۔ علم و فضل میں یکتا تحقیق اور تدقیق میں یگانہ تبحر کا یہ حال کہ بیسیوں کتابیں اردو میں تالیف کیں۔ تحقیقات کی یہ کیفیت کہ بڑے بڑے دقیق مسائل میں اکابرین سلف سے اختلاف فرمایا۔ امکانِ کذب باری تعالیٰ ثابت کیا اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے مثلی میں کلام کیا۔ خاتم النبیین کی شرط بے معنی بتائی۔ وسعت علم

رسول پر وسعت علم ابلیس کو ترجیح دی وغیرہ وغیرہ (المعتمد المستند مصنفہ مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی)۔

علاوہ اس کے ان علمار دیوبند کے جسم لطیف پر کفر و الحاد کا دھبہ بھی نہیں لگ سکتا۔ اس لئے کہ یہ دیندار نہ حضرات صوفیائے کرام کے معتقد نہ علمار سلف کے قائل پھر خدا نخواستہ یہ لوگ ہماری طرح مَنْ شَكَّ فِي كُفْرِهٖ مَنْ شَكَّ فِي كُفْرِهٖ فَقَدْ كَفَرَ کے عذاب میں کیوں گرفتار ہوں گے اسی واسطے ان سمجھداروں نے یہ روش اختیار کی ہے کہ ان کو سلف صالحین سے غرض نہ صوفیائے کرام سے مطلب اور نہ ائمہ اسلام کے گروہ میں شامل۔

پس جن مولویوں کے ایسے شائستہ خیالات ہوں اور جو سراپا مجموعۂ صفات دکھائی دیں اور جن کا ظاہر بگلہ سے زیادہ سفید اور نورانی نظر آئے اُن کے ایمان اور اسلام میں کون شک کر سکتا ہے گو ان ایمانداروں کی تعداد بہت کم ہے کہ بہ آسانی اُنگلیوں پر گن سکتے ہیں مگر تاہم یہ اسلام کے سپوت ایسے مل گئے جسکی وجہ سے اطمینان ہو گیا کہ اسلام کا نام صفحۂ عالم سے مٹا نہیں بلکہ اُس کے نام لیوا ابھی باقی ہیں۔

لیکن افسوس ہے کہ ہمارا یہ گمان بھی غلط ہوا اور ایسا غلط ہوا کہ شیخ چلی کے گھر کی طرح یہ بنا بنایا کھیل ایک آن واحد میں بگڑ گیا کیونکہ بہت غور اور فکر کے بعد یہ دو چار ایماندار ہمارے ہاتھ لگے تھے مگر رسالہ المعتمد المستند مطبوعہ ۱۳۲۶ھ ہجری اور اُسی کے ساتھ حسام الحرمین کو دیکھا

تو حیرت ہوگئی اور ہمارا وہ نقطۂ خیال جو علمائے دیوبند کے ساتھ وابستہ تھا چشم زدن میں مثل حرف غلط کے مٹ گیا۔ اور معلوم ہوا کہ یہ حضرت تو چھپے رستم ہیں جو کفر اور الحاد میں پہلے ہی کمال حاصل کر چکے ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ معمولی ملزم اسلام نہیں ہیں بلکہ سند یافتہ کافر ہیں اور ان کے کفر کی سند بھی ایسی ویسی سند نہیں ہے جیسی ہم کو ٹوٹی پھوٹی اور نا پرسان عالموں نے سند دی ہے بلکہ ان کے کفر کی سند دارالاسلام سے آئی ہے اور بڑے بڑے مقتدر اور مشہور مفتیوں نے ان کی سند پر اپنی مہریں کر دی ہیں اور یہ سند مہمل طور پر نہیں لکھی گئی ہے بلکہ علمائے دیوبند کو نام بنام یہ سند ملی ہے اور اسمیں صرف ان کی تکفیر ہی کا ذکر نہیں ہے بلکہ ان کو واجب القتل بھی ٹھہرایا ہے حتی کہ ان کے گروہ پر بھی عذاب و تکفیر کا حکم اس سند میں وضاحت کیساتھ لکھ دیا ہے۔

کیا خدا کی قدرت ہے کہ انھیں علمائے دیوبند کے ایک خوشہ چین نے فقرائے احرام پوش کو کافر اور ملعون بنایا اور ایسی اور اپنے ان پیشواؤں کی اس مستند تکفیر کو چھپایا لیکن مَنْ ضَحِكَ ضُحِكَ کے مصداق ہوئے۔

اگر یہ مشہور مقولہ یہاں استعمال کیا جائے تو شاید بے محل نہ ہوگا کہ "ہر فرعونے را موسیٰ" کیونکہ یہ دیوبند کے عالم خود ساختہ شریعت کا ڈنکا بجا رہے تھے۔ اور جن کی ذاتی تحقیق نے عام مسلمانوں کا تو کیا ذکر ہے خاص سرورِ عالم رسول اکرم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بے مثلی کا قلع و قمع کر دیا تھا حتی کہ یہ لوگ کذب جناب باری ثابت کرنے کا دعوے کر چکے تھے مگر انکی

Scanned with CamScanner

تمام قابلیت خدا کے ایک مقبول بندے کے ہاتھ سے خاک میں مل گئی۔

چنانچہ مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے اپنے رسالہ المعتمد المستند میں نہایت تشریح و تصریح کے ساتھ علمائے دیوبند کے عقائد کی تردید کی ہے اور اُن کا کفر اور الحاد ثابت کیا ہے اور پھر اس رسالہ کو مفتیان حرمین کے سامنے پیش کیا اور اس کی تصدیق چاہی جس پر مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے چونتیس ۳۴ عالموں نے بکمال شرح و بسط دیوبندیوں کی تکفیر کا فتویٰ دیکر اپنی مہریں ثبت فرمائیں جن میں سے بعض عالموں کی تحریر کا خلاصہ میں یہاں صرف اس خیال سے لکھتا ہوں کہ اس کا مطالعہ بھی ناظرین کی دلچسپی سے خالی نہیں۔

پہلے مکہ معظمہ کے مشہور اور نامی مفتی محمد سعید بابصیل شافعی نے یہ لکھا ہے کہ میرے بھائی اور میرے بازو احمد رضا خاں نے اپنی کتاب المعتمد المستند میں بے دینی کے خبیث سرداروں کا رد کیا ہے پھر مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ اُن چند فاجروں کے نام بیان کئے ہیں جو اپنی گمراہی کے سبب قریب ہے کہ سب کافروں سے کمینہ تر کافروں میں ہوں (لکھُم مِنْ اَسْفَلِ الکافرین۔) (حسام الحرمین صفحہ ۲۸)

مکہ معظمہ کے دوسرے عالم مولانا شیخ ابو الخیر مرداد نے پہلے اپنی تحریر میں احمد رضا خاں صاحب کے بہت اوصاف لکھے ہیں۔ پھر فرمایا ہے کہ وہ دلیلیں جو رسالہ المعتمد المستند میں ظاہر کی ہیں جن سے اہل کفر اور الحاد کی جڑ کھود ڈالی ہے اور جو ان اقوال کا معتقد ہو وہ کافر ہے اور دوسرں کو

گمراہ کرتا ہے۔ مِنَ الضَّالِّیْنَ الْمُضِلِّیْنَ ۔ (حسام الحرمین صفحہ ۳۲)
علامہ شیخ صالح کمال تحریر فرماتے ہیں کہ جن کا ذکر کیا گیا ہے وہ کافر اور دین سے باہر ہیں۔ اُولٰٓئِکَ هُمُ الْخَاسِرُوْنَ ۔ اُولٰٓئِکَ هُمُ الضَّالُّوْنَ ۔ اُولٰٓئِکَ هُمُ الظَّالِمُوْنَ ۔ اُولٰٓئِکَ هُمُ الْکَافِرُوْنَ ۔ اَللّٰهُمَّ بَاْسَکَ الشَّدِیْدَ وَاجْعَلْهُمْ وَمَنْ صَدَّقَ اَقْوَالَهُمْ مَا بَیْنَ شَرِیْدٍ وَطَرِیْدٍ (حسام الحرمین صفحہ ۳۶)

مولانا شیخ علی بن صدیق کمال اس گروہ کی نسبت فرماتے ہیں۔ کہ۔ اَللّٰهُمَّ اَخْلِ مِنْهُمُ الْبِلَادَ وَمَثِّلْ مِنْهُمْ بِهِمْ بَیْنَ الْعِبَادِ وَاَهْلِکْهُمْ کَمَا اَهْلَکْتَ ثَمُوْدَ وَعَادَ وَاَخْلِ دِیَارَهُمْ ۔ بَلَاقِعَ وَلَا شَکَّ فِیْ کُفْرِ هٰؤُلَاءِ الْخَوَارِجِ کِلَابِ النَّارِ وَحِزْبِ الشَّیْطَانِ ۔ (حسام الحرمین صفحہ ۳۸ ۔)

مکہ معظمہ کے ممتاز عالم مولانا سید اسمٰعیل ابن سید خلیل تحریر فرماتے ہیں کہ جن کا تذکرہ سوال میں واقع ہے یعنی غلام احمد رشید احمد اور جو اُن کے پیرو ہوں جیسے خلیل احمد انبھٹی اور اشرف علی وغیرہ۔ لَا شُبْهَةَ فِیْ کُفْرِهِمْ بِلَا مَجَالٍ بَلْ لَا شُبْهَةَ فِیْمَنْ شَکَّ بَلْ فِیْمَنْ تَوَقَّفَ فِیْ کُفْرِهِمْ بِحَالٍ مِّنَ الْاَحْوَالِ۔ یعنی اُن کے کفر میں نہ شبہہ ہے نہ شک کی مجال بلکہ جو اُن کے کفر میں شک کرے یا کافر کہنے میں توقف کرے اُس کے کفر میں بھی شبہہ نہیں۔ (حسام الحرمین صفحہ ۴۲)

مولانا شیخ عابد مفتی مالکی بن حسین تحریر فرماتے ہیں کہ احمد رضا خاں کے اس رسالہ کو میں نے دیکھا جس میں اُن اقسام گمراہی کا حال کھول دیا جو اہل فساد سے صادر ہوئیں اور وہ اہل فساد غلام احمد رشید احمد و اشرف علی و غیرہم کھلے کافر اور گمراہ ہیں۔ دَجَّالاً فَهُمْ مِنْ أَهْلِ الضَّلَالِ وَالْكُفْرِ الْجَلِيِّ
(حسام الحرمین صفحہ ۶۰)

مولانا علی بن حسین مالکی مکی حمد و نعت کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ احمد رضا خاں کے وہ اوراق میں نے دیکھے جن میں اُن گمراہوں کے نام بیان کئے ہیں جو ہند میں نئے پیدا ہوئے ہیں۔ وہ غلام احمد قادیانی اور رشید احمد و اشرف علی و خلیل وغیرہ ہیں جو گمراہ اور کھلے کافر ہیں۔ دَجَّالاً فَهُمْ ذَوِي الضَّلَالِ وَالْكُفْرِ الْجَلِيِّ۔ (حسام الحرمین صفحہ ۶۲)

علامہ مفتی جمال بن محمد حسین مکی لکھتے ہیں کہ میں گمراہ کرنیوالوں کے اقوال پر مطلع ہوا جو ہند میں اب پیدا ہوئے ہیں اُن کے اقوال اُن کے مرتد ہو جانے کے موجب ہیں جس نے اُن کو سخت رسوائی کا مستحق کر دیا اور وہ غلام احمد اور رشید احمد اور اشرف علی اور خلیل احمد وغیرہ ہیں جو کھلے کافر اور گمراہ ہیں (حسام الحرمین صفحہ ۷۰)

مولانا عثمان بن عبد السلام داغستانی سابق مفتی مدینہ منورہ اپنے فتوے کے آخر میں تحریر فرماتے ہیں کہ شان الوہیت اور رسالت کا گھٹانیوالا قاسم نانوتوی اور رشید احمد گنگوہی اور خلیل احمد انبھٹوی اور اشرف علی تھانوی اور جو انکا پیرو ہو اُن پر وبال اور خرابی حانی لازم ہو چکی ہے۔

Scanned with CamScanner

(حسام الحرمین صفحہ ۱۰۲)۔

مولانا عمر بن حمدان محروسی مدنی اپنے فتوے میں لکھتے ہیں کہ احمد رضا خاں کا رسالہ المعتمد المستند دیکھا۔ جن لوگوں کا ذکر ہے اُن کے رد میں اُسے کافی پایا پھر آگے فرماتے ہیں کہ اُلٰئکَ کَفِرِیْنَ فَلَا شَکَّ فِی کُفْرِھِمْ وَوُجُوْبِ قَتْلِھِمْ عَلَی الْکُلِّ مَنْ تَمَکَّنَہٗ یعنی یہ کافر ہیں اور اختیار ہو تو ان کو قتل کردو۔ (حسام الحرمین صفحہ ۱۱۸)

مولانا شیخ احمد مکی مدرس مدرسہ احمدیہ کا یہ فتوی دیکھکر اور زیادہ حیرت ہوتی ہے کہ آپکا مولانا حاجی امداد اللہ صاحبؒ مہاجر کے خلفائے رشید میں شمار ہے مگر اس با ایمان مفتی نے رسالہ المعتمد المستند دیکھ کر اپنے پیر بھائیوں کے حق میں وہی لکھا جو ایک عادل اور منصف عالم کے شایان تھا۔ آپ لکھتے ہیں کہ دہ گروہ جو نیک لوگوں کی وضع میں ظاہر ہوتا ہے اور خلق اللہ کو گمراہ کرتے ہیں اور فساد عظیم کے سبب ہوتے ہیں تو عارف باللہ امام غزالی رحمۃ اللہ نے فرمایا ہے کہ ایسوں میں سے ایک کا قتل ہزار کافروں کے قتل سے افضل ہے۔

(حسام الحرمین صفحہ ۸۵)

علیٰ ہذا چونتیس ۳۴ عالموں نے اُسی گروہ کی تکفیر کا فتوے دیا ہے جسکا عالمانہ لباس اور ظاہری شانِ فقاہت دیکھکر ایمان دار اور پرہیزگار تصور کیا تھا مگر افسوس ہماری یہ تجویز بالکل غلط ثابت ہوئی۔ اور قطعی طور پر یہ بات ہوگئی کہ ہماری طرح اب دنیا میں کوئی مسلمان نہیں ہے۔

اسی طرح مفتی عزیز الرحمن صاحبؒ جب احرام پوش فرقہ کو دیکھا ہوگا

تو شاید آپ کو شبہ ہوا ہوگا کہ یہ با ایمان لوگ ہیں اور یہ اندیشہ گزرا ہوگا کہ ہماری تکفیر پر کہیں یہ لوگ خندہ زنی نہ کریں۔ اس لیے فوراً اپنے طبع زاد مضمون کی بنا پر اس فرقہ کو بھی احاطۂ تکفیر میں داخل کرلیا۔ مگر مفتی صاحب کی یہ کارنمائی چند وجہ سے قابل تعریف نہیں ہوئی۔

(اول) یہ فرقہ ازلی مردود اور اقبالی کافر ہے کیونکہ یہ فرقہ انھیں کافروں کا معتقد اور حلقہ بگوش ہے جن کو آپ کے مورث اعلیٰ تکفیر کا خطاب دے چکے ہیں اور "وَمَنْ شَكَّ فِیْ كُفْرِهٖ وَمَنْ هُوَ مِثْلُهٗ فَهُوَ كَافِرٌ" کا کلیہ ایسا قائم کر گئے ہیں کہ اس فرقہ پر کیا موقوف ہے تمام عالم میں کوئی مسلمان آپکو نہ ملے گا بس ایسے اقبالی اور صریح کافر کے واسطے یہ اہتمام اور کوشش بیکار تھی۔

(دوم) اس احرام پوش فرقہ کو مفتی صاحب نے تکفیر کا خطاب بھی دیا تو بہت معمولی اور ادنیٰ درجہ کے کفر میں شریک کیا نہ اس کو مستحق قتل تجویز کیا نہ اُس کے واسطے عذاب آخرت کی تشریح فرمائی۔ حالانکہ خود مفتی صاحب ایسے اعلیٰ پیمانہ کے کفر میں گرفتار ہیں جس کا ذکر ۵۲ صفحہ کی کتاب حسام الحرمین میں درج ہے اور خود مفتی صاحب کے خواجہ تاش مولانا شیخ احمد مکی امدادی نے اپنے قلم سے لکھدیا ہے کہ اس گروہ کے ایک شخص کا قتل ہزار کافروں سے افضل ہے۔

(سوم) جب مفتی صاحب کا یہ فتویٰ احرام پوش فرقہ نے دیکھا ہوگا تو بجائے رنج اور افسوس کے یقینی اُس کو خوشی اور مسرت ہوئی ہوگی۔

اس لئے کہ بزرگان دین کی سنت ادا ہوئی اور وہی خطاب نصیب ہوا جو اُسکے ہادیان ملت اور پیران طریقت نے اپنے معاصرین سے پایا تھا بس ایسے گروہ کو تکفیر کا پروانہ دنیا لاحاصل تھا۔

(چہارم) باوجود اس جدوجہد کے مفتی صاحب کو کامیابی بھی نہیں ہوئی کیونکہ آپنے فتوے میں ایسا جزئیہ قائم کیا ہے جس میں ہنوز اختلاف ہے اور فقہ کے ایسے اختلافی مسئلے سے مسلمان کو کافر بنانا مفتی صاحب ہی کا کام تھا۔ بریں عقل و دانش بباید گریست۔

لہذا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب کے اس فتوے کو یہاں حرف بحرف نقل کرتا ہوں حالانکہ مناظرہ کی حیثیت سے نہ زیادہ تنقیح کروں گا اور نہ اس کی تردید کی مجکو کوشش ہے صرف ناظرین کو اس قدر دکھا دینا منظور ہے کہ مفتی صاحب نے مسلمان کو کافر بنانے میں بہت عجلت فرمائی اور بغیر سمجھے بوجھے محض اپنے وہم و خیال پر ہزاروں مسلمانوں کو بے قصور تکفیر کی کند چھری سے ذبح کر دیا۔ اور مفتی صاحب کی قائم کردہ اس تکفیر کا سلسلہ وہاں جاکر ختم ہوتا ہے جس کے خیال سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔

چنانچہ رسالہ الرشید مطبوعہ مطبع قاسمی واقع دیوبند بابت رجب ۱۳۳۲ھ ہجری کے صفحہ ۳ میں یہ سوال درج ہے کہ ۔ مَا قَوْلُکُمْ اَیُّهَا الْعُلَمَاءُ الْکِرَامِ۔ ایک احرام پوش فرقہ اپنے پیر کی تصویر کو مسند پر اس صورت سے سجاتا ہے کہ گویا صاحب تصویر بحالت زندگی آرام کر رہے ہیں پھر اس کے سامنے سجدہ کرتے ہیں یا قدمبوس ہوتے ہیں۔ یہ لوگ

تارک صلوٰۃ ہیں اور بغیر توبہ کرائے طوائفوں کو مرید کرتے ہیں اور اُن کی ناجائز آمدنی سے اپنی ہر قسم کی ضرورت پوری کرتے ہیں۔ اُن کا تمام وقت طوائفوں کے یہاں گذرتا ہے۔ کیا یہ لوگ دائرۂ اسلام میں داخل ہیں اور کیا اُنکے ساتھ مسلمانوں کی طرح رسم ملت واتحاد رکھنا درست ہے۔"

مفتی صاحب نے عبارت مذکورہ کو بطور سوال کے لکھا اور جواب لکھنے کیلئے جب ارادہ کیا تو اور الزامات کو چھوڑ کر صرف دو باتوں کا جواب دیا ہے جو درج ذیل ہے۔

"الجواب۔ حدیث شریف میں ہے۔

لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَائِهِمْ مساجِدَ۔ دُرِّ مختار۔ وكذا ما يفعلونهُ مِن تقبيل الارضِ بين يدى العلماء العظام فحرامٌ والفاعل والراضى بهِ اثمان لانّهٗ يشبه عبادة الوثن وهل يكفر ان على وجه العبادة والتعظيم كفر وان على وجه التحية لا وصار اثمًا مُرتكبًا للكبيرةِ۔ وفى الشامى قال الزيلعى وذكر الصدر الشهيد انه لا يكفر بهذا السجود لانه يريد به التحية وقال شمس الائمة ان كان لغير الله تعالىٰ على وجه التعظيم كفرَ وقال القهستانى وفى الظهيرية يكفر بالسجدة مطلقا وفى الزاهدى الايماءِ فى السلام الى قريب الركوع والسجود۔ ظاہر ہے کہ یہ خلاف علما وصلحا کے سامنے تقبیل ارض

وغیرہ میں ہے اور سجدۂ تعظیمی کو مطلقاً سب علما کفر فرماتے ہیں کہ یہ سجدہ خاص باری تعالیٰ شانہ کی ذات کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور تصاویر کے ساتھ یہ معاملہ کرنا ایسا ہے جیسا کہ قبور کے ساتھ اور اس پر لعنت وارد ہے پس وہ لوگ جو تصاویر کے ساتھ یہ معاملہ کرتے ہیں ملعون اور مردود ہیں اور ان کے کفر میں اور مرتکب فعل شرک و کفر ہونے میں کچھ تردد معلوم نہیں ہوتا۔ اور بہر حال ان کے ساتھ ارتباط و اختلاط و محبت و وداد قطعاً حرام و ناجائز ہے۔"

مفتی صاحب نے فقہا کے اقوال کا حوالہ دیکر بغیر کسی تردد کے تکفیر کا حکم تو دیدیا۔ اور بظاہر فقہا کے اقوال مذکورہ سے مفتی صاحب نے استدلال فرمایا ہے مگر تھوڑا غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عربی کی عبارت محض نمائشی اور عوام کے خیالات منتشر کرنے کے واسطے لکھی ہے اسی وجہ سے اس کا لفظی ترجمہ بھی نہیں کیا گیا ورنہ سب قلعی کھل جاتی کیونکہ اس لمبی چوڑی عبارت کا زیادہ حصہ مفتی صاحب کے دعوے کے خلاف میں ہے چنانچہ ایک جملہ کا مطلب یہ ہے کہ سجدۂ تحیت کبیرہ ہے اور زیلعی اور صدر الشہید نے صاف صاف لفظوں میں کہدیا ہے کہ سجدہ تحیت کفر نہیں ہے مگر مفتی صاحب نے نہایت صفائی کے ساتھ اس پوری عبارت کا مطلب یا خلاصہ یہ بیان کردیا کہ سجدہ تعظیمی کو مطلقاً سب علما کفر فرماتے ہیں حالانکہ یہ صریح غلط ہے نہ فقہا کے اقوال مذکورہ کا یہ ترجمہ ہے اور نہ سجدۂ تحیت کو سب علما کفر کہتے ہیں۔

قبل اس کے کہ مفتی صاحب کے اس فتوے کی نسبت کچھ

Scanned with CamScanner

اور کہا جائے اس کا علم بھی ناظرین کو ہو جانا ضروری ہے کہ رسالہ الرشید میں جب یہ فتوے دیکھا گیا اور اس کے بعض الفاظ کی تصریح منظور ہوئی تو مفتی عزیز الرحمن صاحب سے بذریعہ تحریر یہ استفسار کیا کہ "فرقہ احرام پوشاں" سے آپ کی مراد اور آپ کا اشارہ کس گروہ کی جانب ہے۔ اور سائل کون ہے۔ جب مفتی صاحب نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا تو مختلف مقامات سے مفتی صاحب اور مولوی اشرف علی صاحب سرپرست الرشید اور حبیب الرحمن صاحب اڈیٹر رسالہ مذکور کے نام اسی مضمون کے خطوط بھیجے گئے لیکن اول الذکر دو صاحبوں نے تو ہنوز کوئی جواب نہیں دیا۔ مگر آخر میں اڈیٹر صاحب کا ایک خط آیا جس کا مضمون یہ ہے

"مدرسہ میں آجکل تعطیل ہے۔ مفتی صاحب سے دریافت ہونے کے بعد اطلاع دی جا سکتی ہے کہ سائل کون ہے۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے مفتی صاحب نے عام سوال کا جواب دیا۔ اُن کی مراد کسی خاص گروہ یا جماعت سے نہیں ہے"

بقول اڈیٹر صاحب جب ہمارے فاضل مفتی صاحب کی مراد کسی خاص جماعت یا گروہ سے نہیں ہے تو مفتی صاحب کا یہ فتوی خلق اللہ کو کیا فائدہ پہونچائے گا اور مفتی صاحب کے ہم خیال یا ایسے عوام الناس جو صرف مفتی صاحب کے قدم بقدم چلنے کو اپنا فخر اور اپنی نجات کا باعث سمجھتے ہیں وہ بیچارے حسب ہدایت مفتی صاحب کس فرقے کو کافر اور ملعون خیال کریں اور کس گروہ سے ارتباط و اختلاط و محبت و وداد کو حرام

وناجائز سمجھیں۔

مفتی صاحب کی یہ چیستان جبکہ خود مفتی صاحب کے مقلدین کیواسطے مفید نہیں ہے تو عامۃ المسلمین اس فتوے سے کسی طرح کا افاضہ حاصل کریں یہ تو محال معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس پہیلی کا بوجھنا یا اس کو دوسرے لفظوں میں یوں کہا جائے کہ مفتی صاحب کے سینے کے اندر دل اور دل کے اندر جو خیال پوشیدہ ہے اس کو دریافت کرنا اول تو آسان نہیں۔اور اگر تاویلات سے کوئی رائے قائم بھی کریں تو محض اپنے وہم و خیال پر ایک مسلمان کو بھی کافر کہنا ممنوع ہے چہ جائیکہ مسلمانوں کے کثیر التعداد گروہ کو کافر اور ملعون کہدینا خود اپنے ایمان کو خرابی میں ڈالنا ہے۔

جبکہ مفتی صاحب نے اشاعت احکام دین میں یہ احتیاط فرمائی کہ ہدایت بھی کی تو ایسے اشاروں میں جو تشریح کے محتاج ہیں اور جس کے اصل مفہوم کو راز سربستہ کی طرح اپنے دل میں پوشیدہ رکھا۔اور خلق اللہ کو صاف صاف لفظوں میں اس بھید سے آگاہ نہ کیا کہ وہ کون فرقہ ہے جو صریح کافر ہے اور کس گروہ کی محبت حرام اور ناجائز ہے تو اب فقرا کے کسی خاص گروہ کو اس کی ضرورت نہیں رہی کہ وہ دفع الزام کے لیئے کوشش کرے۔ہاں اس غلط اور بے بنیاد الزام کی نسبت جہاں تک مجکو علم ہے باآواز بلند یہ کہہ سکتا ہوں کہ آج دنیا کے کسی گوشہ میں کوئی فرقہ مسلمان فقرا کا ایسا نہیں معلوم ہوتا ہے جس کا ہر فرد اصولاً اس عنوان سے تصویر پرستی اور تصویر کو معبود سمجھکر اس کے آگے سجدہ کرتا ہو

جیسا مولانا نے اپنے سوال میں لکھا ہے اور فقہا کے اقوال سے جس کی تکفیر
ثابت فرمائی ہے مفتی صاحب کی یہ صریح غلطی ہے کہ فقرا کے ایک گروہ
کی نسبت ایسا لاطائل خیال کیا۔ اور بے سمجھے مسلمانوں کو کافر بنا دیا۔
حالانکہ تمام علماء متقدمین نے مسلمان کی تکفیر میں کمال احتیاط فرمائی ہے
مفتی صاحب نے ایک احرام پوش فرقے کی نسبت اپنے سوال میں تو
اور اور الزام بھی لکھے ہیں مگر جواب میں صرف دو باتوں پر اکتفا کیا ہے
اور یہی دو قصور باعث لعن اور سبب تکفیر ٹھہرائے ہیں۔ اول تصویر کا سجانا
دوم اس کے آگے سجدہ کرنا یا قدم بوس ہونا۔ لہذا اول تو یہ سوال ہی غلط
اور خلاف واقعہ ہے دوم یہ کہ بغیر کسی ثبوت اور شہادت کے مفتی صاحب
نے مسلمان کی تکفیر کا حکم دیا جو اصول شریعت کے صریح خلاف ہے۔

قطع نظر اس کے اگر فرض کر لیا جائے کہ ایک گروہ اپنے پیر کی تصویر
رکھتا ہے تو بھی مفتی صاحب کا دعویٰ بے دلیل اور بے معنی ہے کیونکہ
تصویر کا سجانا جو سوال میں لکھا ہے یعنی تصویر کا خوش نمائی کے ساتھ
اپنے گھر میں رکھنا اس کے جواز در عدم جواز میں گفتگو تو اس حالت میں کی
جاتی کہ مفتی صاحب اپنے اس قول پر قائم رہتے لیکن غضب تو یہ ہے کہ
جواب لکھنے کے لئے جب قلم اٹھایا تو تصویر کا سجانا جو خاص اردو کا
جملہ اور عام محاورہ ہے اس کے معنی تصویر کی عبادت یا پرستش کرنا آپ نے
اختیار فرما کر از روئے حدیث۔ لَعَنَ اللّٰہُ الْیَہُوْدَ وَالنَّصَارٰی
اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِیَائِہِمْ مَسَاجِدَ۔ یعنی تصویر کو خوشنمائی کیساتھ

رکھنے والے کو مثل یہود و نصاریٰ کے مستحق لعن ثابت کیا جو بالکل خلاف عقل و انصاف ہے۔ تصویر کا سجانا ہرگز نہ تصویر کی پرستش ہے۔ اور نہ اس کو خدا کی لعنت کا سبب کہہ سکتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ مفتی صاحب کے پاس کوئی لغت اردو کا ہوگا جس میں سجانا بمعنی پرستش کرنا لکھے ہوں گے جب تو مسلمانوں کو بے خوف و خطر آپ نے مردود اور ملعون کہہ دیا۔

اور اگر مان بھی لیا جائے کہ تصویر کا سجانا یہود اور نصاریٰ کی قبر پرستی کے مثل ہے جو عبادتاً وہ کرتے تھے تو بھی یہ حدیث مسلمانوں کو ملعون مردود نہیں کرے گی کیونکہ یہ حدیث یہود و نصاریٰ کے بارہ میں ہے نہ کسی مسلمان کے حق میں وارد ہے۔

اور بالفرض محال یہ بھی قبول کر لیا جائے کہ جو حدیث یہود و نصاریٰ کے بارہ میں وارد ہو وہی حدیث مسلمان کے حق میں بھی دلیل ہو سکتی ہے تو اصولاً یہ کہا جائے گا کہ یہ حدیث خبر واحد ہے نہ متواتر۔ اور خبر واحد سے کسی مسلمان کی تکفیر جائز نہیں۔

مگر شاید مفتی صاحب کا مطلب اس تمہید سے یہ ہے کہ شق ثانی یعنی تصویر کے آگے سجدہ کرنا یا قدمبوس ہونا بھی ملایا جائے۔ ورنہ بغیر اس کے صرف تصویر سجانا نہ پرستش کرنا کہا جا سکتا ہے اور نہ یہود و نصاریٰ کی طرح مسلمانوں کا بہت بڑا گروہ محض اس قصور پر ملعون ہو سکتا ہے۔

پھر اس کی نسبت میں یہی عرض کروں گا کہ فقیروں کا کوئی گروہ اپنے پیر کی تصویر کو مجسم خدا یا معبود حقیقی جان کر نہ سجدہ کرتا ہے نہ قدمبوس

ہوتا ہے۔ ہاں طبقۂ حضرات صوفیہ کرام میں پیر کی قدمبوسی کا ضرور جواز ہے لیکن یہ قدمبوسی تعظیماً ہوتی ہے نہ عبادتاً۔ اور ما سوائے حضرات صوفیہ اکثر فقہائے اسلام اور محدثین عظام نے بھی اس تعظیم کے جواز کو قبول کیا ہے۔

چنانچہ حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر علیہ الرحمۃ لطائف اشرفی میں جواز سجدۂ تحیت کی بحث جب اقوال صوفیہ کرام کے حوالے سے کر چکے تو پھر آپ نے شرعی اصول سے بھی اس کا جواز ثابت کیا اور فقہ کی مستند کتاب ملتقط سے استدلال فرمایا کہ جواز ایں معنے را بعضے اصحاب روایت شرعی آوردہ اند۔ فی الملتقط۔ وَیُقَالُ مَا کَانَ سَجْدَۃٌ لَہَا طَرْفَانِ طَرْفُ التَّحِیَّۃِ وَطَرْفِ الْعِبَادَۃِ فَالتَّحِیَّۃُ کَانَتْ لِاٰدَمَ وَالْعِبَادَۃُ لِلّٰہِ تَعَالیٰ۔ یعنی ملتقط میں ہے کہ سجدہ کی دو قسمیں ہیں۔ تحیتی و عبادتی۔ پس سجدۂ تحیت انسان کے واسطے ہے اور سجدۂ عبادت اللہ جل جلالہ کے واسطے ہے۔

اس کے بعد حضرت مخدوم نے اسی کتاب ملتقط سے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول نقل فرمایا ہے کہ "قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ سَجْدَۃُ التَّحِیَّۃِ بِمَنْزِلَۃِ السَّلَامِ لَا بَاْسَ وَضْعُ الْخَدَّیْنِ بَیْنَ یَدَیِ الشُّیُوْخِ۔ عبد اللہ ابن عباس نے فرمایا کہ سجدۂ تحیت بمنزلہ سلام کے ہے اور بزرگوں کی قدمبوسی کرنے میں مضائقہ نہیں۔

حضرت مخدوم علیہ الرحمۃ نے جواز سجدۂ تحیت شرعی اصول سے

بھی ثابت کر دیا۔ مگر شاید علامہ قہستانی فقیہ کے مقلدین یہ فرمائیں کہ ملتقط فقہ کی مستند کتاب تو ضرور ہے اور ابن عباس رضؓ کا یہ قول بھی اس وجہ سے صحیح معلوم ہوتا ہے کہ ملتقط میں ہے۔ لیکن عذر یہ ہے کہ ایک صوفی کی کتاب سے نقل کیا ہے اس لئے قبول کرنے میں کراہیت معلوم ہوتی ہے اس کا علاج بجز اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ فقہ کا مسئلہ کسی خدا رسیدہ صوفی کی کتاب سے نقل بھی نہ ہو بلکہ ان کتابوں سے نقل کریں جن کے مؤلفین کو تصوف کی ہوا بھی نہ لگی ہو۔

لہٰذا اب یہ عرض کروں گا کہ جواز سجدۂ تحیت کا ثبوت فقہ کی مستند کتاب میں بھی موجود ہے کہ "اِذَا سَجَدَ الْاِنْسَانُ سَجْدَۃَ تَحِیَّۃٍ لَا یُکَفَّرُ وَکَذَا فِی السِّرَاجِیَّۃِ۔ یعنی سراجیہ میں ہے کہ انسان کے لئے سجدۂ تحیت کفر نہیں ہے۔

علیٰ ہذا فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ "قَالَ الْاِمَامُ اَبُو مَنْصُوْرٍ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی اِذَا قَبَّلَ اَحَدٌ بَیْنَ یَدَیْہِ الْاَرْضَ اَوْ اَنْحَنٰی لَہٗ اَوْ طَأْطَأَ رَاْسَہٗ لَا یُکَفَّرُ لِاَنَّہٗ یُرِیْدُ تَعْظِیْمَہٗ لَا عِبَادَتَہٗ۔ امام ابو منصور علیہ الرحمہ نے کہا کہ جھکنا اور زمین بوسی کرنا اور سر رگڑنا کفر نہیں ہوتا۔ اگر ارادہ تعظیماً ہو نہ عبادتاً۔

اور فتاویٰ قاضی خان و صغیر خانی و حصیر خانی و کافی میں ہے کہ قَالَ الصَّدْرُ الشَّہِیْدُ مَنْ سَجَدَ لِغَیْرِ اللّٰہِ وَیُرِیْدُ بِہِ التَّحِیَّۃَ دُوْنَ الْعِبَادَۃِ لَا یُکَفَّرُ۔" یعنی علامہ صدر الشہید نے کہا کہ سجدہ ماسوا

اللہ اگر تحیت کی نظر سے ہو اور عبادت کے ارادہ سے نہ ہو تو کفر نہیں ہوتا۔
یہ چند اقوال فقہائے عظام کے بھی جواز سجدہ تحیت میں تمثیلاً نقل
کئے اور مثل ان کے متعدد فتاویٰ مجتہدین کی کتب فقہ میں منقول ہیں
جن کے اعادے کی یہاں گنجائش نہیں جن کا اظہار کتب فقہ کے مطالعہ
سے بخوبی ہو سکتا ہے۔
لیکن فاضل مفتی صاحب کا یہ دوسرا دعویٰ کہ قریب رکوع بھی
جھکنا داخل سجدہ ہے اور سجدہ مطلقاً کفر ہے جس کا استدلال زاہدی
سے کیا ہے اسکی بھی تصریح ناظرین کی دلچسپی سے خالی نہ ہوگی اور قریب
رکوع جھکنا تو کوئی بات نہیں ہے بلکہ انشا اللہ تا زمیں جھکنا جو سجدہ کا مشابہ تر
ہے۔ بزرگان دین اور سلف صالحین کے صرف اقوال ہی سے نہیں ثابت
کروں گا۔ بلکہ یہ دکھاؤں گا کہ وہ پاک ہستیاں جن کا نام نامی طبقۂ اسلام میں
سرمایہ ناز سمجھا جاتا ہے اور جن کو عالم اسلام اپنا رہنما جانتا ہے۔ انھوں
نے جوش محبت میں اس قدر سر جھکایا جس کو قریب السجدہ کہا جائے۔ تو بیجا
نہ ہوگا لیکن مناسب تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابھی شق اول کی تردید جسطرح
اصول شرع کے مطابق کی گئی ہے اسی طرح شق ثانی کی بھی تنقید اصولاً
ہی کی جائے۔ تاکہ سلسلہ کے لحاظ سے زیادہ موزوں ہو اور اس کے بعد
مقدس اور ابرار بزرگوں کے اقوال اور افعال کا حوالہ دوں جن کا تا زمیں
جھکنا کتب معتبرہ سے ثابت ہے۔
چنانچہ ہمارے اس دعوے کی تائید میں گو علمائے کرام کے اقوال

متعدد موجود ہیں لیکن اُن کو عمداً بصراحت نقل نہیں کرتا ہوں اور بہ نظرِ اختصار نہایت مستند عالم کا ایک ایسا فتویٰ جس کو ناظرین بھی پسند کریں اور اس دعویٰ کی تائید کیلئے کافی سمجھیں فاضل مفتی صاحب کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ وہو ھذا۔

لعبد اللہ بن احمد بن حنبل سألتُ أبي عن الرّجلِ یمسُّ منبرَ النّبیِ صلّی اللہُ علیہِ وآلہِ وسلّم یتبرّکُ بمسّہِ وتقبیلہِ ویفعلُ بالقبرِ مثلَ ذلکَ رجاءَ ثوابِ اللہِ تعالیٰ۔ فقالَ لا بأسَ بہِ۔ کذا فی الکتاب العلل والسؤالات۔

یعنی کتاب العلل والسؤالات میں ہے کہ امام عبد اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ سے پوچھا کہ اگر کوئی شخص نبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ممبر کو تبرکاً مس کرے اور بوسہ دے اور ثواب الٰہی کی امید پر ایسا ہی قبر مطہر کے ساتھ کرے تو فرمایا (امام احمد بن حنبل نے) کہ اس میں کچھ مضائقہ نہیں ہے۔

حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ کو طبقۂ فقہائے میں امام اکمل ہونے کا مرتبہ حاصل ہے اور تحقیق و تدقیق میں مؤلف زاہدی سے برتر اور افضل سمجھے جاتے ہیں انھوں نے اپنے اس بیٹے سے جو خود عالم اور فقیہ اور امام سمجھا جاتا ہے جوابا یہ فرمایا کہ قبر کے بوسہ دینے میں مضائقہ نہیں اور یہ ظاہر ہے کہ بوسہ دینے میں رکوع سے بہت زیادہ جھکنا لازمی ہے اور اس جھکنے کی نسبت امام موصوف نے صاف لفظوں میں اجازت دی اور

فرمایا کہ "لا باس بہ"۔ تو فاضل مفتی صاحب کا یہ استدلال کہ الانبیاء فی الاسلام الی قریب الرکوع والسجود"۔ عقلاً و نقلاً باطل ہے۔

لیکن مفتی عزیز الرحمٰن صاحب نے اس تعظیم کے عدم جواز میں جو بعض فقہا کے اقوال شامی اور در مختار سے نقل کئے ہیں اور ان سے یہ استدلال فرمایا ہے کہ تقبیل ارض خواہ بہ نظر تعظیم ہو یا بخیال تحیت کفر ہے تو مفتی صاحب کا یہ دعویٰ صریح منافی اصول شریعت اور فقہائے عظام کے اجتہاد کے خلاف ہے مگر اس زبردستی کا کیا علاج ہے کہ مفتی صاحب نے ایک احرام پوش فرقے کی نسبت یہ خیال کرلیا کہ اپنے پیر کی تصویر کو چومنے کے لئے جھکتا ہے اور معمولی جھکنا بھی آپ کی تحقیق میں داخل کفر ہو چکا ہے۔ اسلئے آپنے یہ نادری حکم صادر فرمایا کہ اس کے مرتکب افعال شرک و کفر ہونے میں کوئی تردد نہیں۔

فاضل مفتی صاحب کی تحریر سے معلوم یہ ہوتا ہے کہ آپ کی دلی یہ خواہش تھی کہ کسی طرح تقبیل ارض کو مطلقاً کفر اور اس کے مرتکب کو کافر بنانا چاہیئے۔ چنانچہ اہتمام یہ فرمایا کہ محض اپنے قیاس پر فقرائے احرام پوش کے کثیر التعداد گروہ کو اس الزام کے واسطے تجویز کیا اور نہایت کشادہ پیشانی سے چند فقہا کے اقوال کا حوالہ دیا بلکہ جوش تحریر میں در مختار کی آٹھ دس سطریں بھی لکھدیں اور اپنا یہ کارنامہ رسالہ الرشید میں بھی شائع کر دیا تاکہ عوام الناس دیکھیں اور تحسین و آفرین کا ہدیہ پیش کریں۔ اور یہ ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

کا غلغلہ بلند ہوا اور دیو بند کے عوام حلقہ بگوش کہیں کہ مفتی صاحب کا یہ ارشاد سر سے پا تک بالکل صحیح ہے کیونکہ فتوے کا سرنامہ اسی صورت کے حرفوں سے مزین ہے۔ جو قرآن شریف کے حرفوں کی شکل ہوتی ہے۔ بیشک مفتی صاحب کی کوشش اور دماغ سوزی کا یہ نتیجہ ہے کہ بہت مدت کے بعد صوفیوں سے جہنم کا پیٹ بھر گیا۔

مزید براں مفتی صاحب نے سرنامہ کی عربی عبارت کا ترجمہ بھی خود ہی فرمادیا کہ "سجدۂ تعظیمی کو مطلقاً سب علما کفر فرماتے ہیں" اب ناظرین غور فرمائیں کہ پورے سرنامہ کا خلاصہ یہ ہے جو پانچ لفظوں میں ادا ہو گیا اور اردو کا یہ ترجمہ دیکھنے کے بعد وہ بے پڑھے یا کم علم جو مفتی صاحب کے مقلد ہیں بجز صدقت صدقت کے اور کیا کہہ سکتے ہیں۔ ان بیچاروں کو کیا معلوم کہ عربی کی اس مطول عبارت کا پورا مفہوم یہ نہیں ہے کہ "سجدۂ تعظیمی کو مطلقاً سب علما کفر فرماتے ہیں" جب کوئی سمجھائے تب ان کو اس کی خبر ہو سکتی ہے کہ اس عربی عبارت میں کافی اختلاف ہے کہ ایک فقیہہ کا قول ہے کہ سجدۂ تحیت کبیرہ ہے اور زیلعی وغیرہ فرماتے ہیں کہ سجدۂ تحیت کفر نہیں ہے۔

کیا تماشا ہے کہ ایمان تو اپنے بندوں کو خدا مرحمت فرمائے مگر مفتی صاحب کا دل جب چاہتا ہے تو زبردستی اس کو چھین لیتے ہیں اور جنت اور جہنم کو بنایا تو خدا نے ہے مگر اس پر قبضہ مفتی صاحب کا ہے کیونکہ ہمارے سلف صالحین کے واسطے بھی انھیں کے بزرگ ہمیشہ

پروانہ لکھ دیئے۔ اور آج بھی انہیں کے لائق فرزند ہم کو داروغۂ جہنم کے حوالے کرتے ہیں جیسا کہ بالفعل مفتی عزیز الرحمٰن نے ایک فرقے کے جملہ افراد کو فقط تکفیر فرما کر ملعون اور مردود بنا دیا۔

افسوس کہ دنیا میں جس قدر ضرورت کی چیزیں ہیں قریب قریب سب کی قدر و قیمت روز بروز بڑھتی جاتی ہے الّا ایک مسلمانوں کا ایمان جسکی نہ کبھی وقعت تھی اور نہ آج ہے کہ جچّہ ایک کا کاغذ کا ٹکڑا اور دو چار قطرے روشنائی کے صرف کرنے سے ہزاروں کا ایمان غائب ہوجاتا ہے یا اسکو یوں کہیئے کہ برسوں کی ریاضت اور عبادت اور طرح طرح کی تکلیفیں اُٹھانے کے بعد کہیں ایماندار ہونیکی حیثیت نصیب ہوتی ہے لیکن کسی مفتی نے اگر نگاہ گرم سے توجہ کی تو ہزاروں مسلمانوں کا ایمان اور اسلام چشم زدن میں خاک سیاہ ہوجاتا ہے اور وہ بیچارے کفر کی زنجیروں میں گرفتار ہو کر نیکی برباد گناہ لازم کے مصداق ہوتے ہیں جس کا نہ کوئی ضابطہ ہے نہ قانون نہ داد ہے نہ فریاد۔ حالانکہ فرقان حمید ایسا قطعی اور مکمل قانون موجود ہے اور احادیث نبوی جس کو شرح قانون قدرت کہنا چاہیئے مفتی صاحب کے پاس ہے مگر معلوم نہیں کہ اُن قوانین میں (معاذ اللہ) کیا نقص ہے کہ جب مفتی صاحب ہمارے اسلام اور ایمان کا فیصلہ کرتے ہیں تو خدا کے احکام اور رسول کے فرمان کا تو ذکر بہت کم آتا ہے مگر ہوتا یہ ہے کہ چند عالموں کے اقوال اور قیاسات کا حوالہ دیکر ہم کو اسلام سے بے دخل کر دیا جاتا ہے اور یہ فیصلہ ایسا قطعی سمجھا جاتا ہے کہ جس کا اپیل بھی نہیں ہو سکتا۔

چنانچہ مفتی صاحب نے اپنے اس فتوے میں بھی اسی طریق سے چند فقہا کے اقوال جو سنداً نقل فرمائے ہیں اور جن کی بنیاد پر مسلمانوں کے کثیر التعداد گروہ پر تکفیر کا فتوے دیا ہے وہ چند وجوہ سے عقلاً اور نقلاً غلط اور بے بنیاد ہے۔

اول تو عموماً مسلمان کی تکفیر کے واسطے اقوال فقہا سے استدلال کرنا اور نص صریح کا حوالہ نہ دینا شان علم وفضل سے بعید ہے۔

دوم خصوصاً ایسا اختلافی مسئلہ مسلمانوں کی تکفیر کیواسطے ناکافی اور اصول شریعت کے بالکل خلاف ہے۔

سوم فقہا کے اقوال زیادہ قیاس پر مبنی ہوتے ہیں اور قیاس بشری ممکن ہے کہ غلط بھی ہو کیونکہ فقہا ہمارے واجب التعظیم اور متبحر عالم ضرور ہیں لیکن مثل انبیاء علیہم السلام کے معصوم بھی نہیں ہیں لہذا ایک عالم یا چند عالموں کی رائے سے ایک مسلمان کو بھی کافر کہنا عقل کے خلاف ہے چہ جائیکہ آپ مسلمانوں کے بہت بڑے گروہ کو تکفیر کا الزام دیتے ہیں۔

چہارم۔ فقہا کے مابین اکثر مسائل میں اختلاف ہے پس کسی ایک مسلمان نے اگر کسی فقیہ کے خیال کی تقلید کی تو دوسرے فقہا کی رائے سے گو صریح مخالفت ہو گی مگر اس وجہ سے فقیہ اول کے مقلد کو کافر یا ملحد یا بے دین نہیں کہہ سکتے۔ اور اگر ایسا ہو سکتا ہے تو تمامی اہل اسلام ملزم ہیں کیونکہ ہر ایک مسلم مختلف فقہا کا مقلد ہے اس لئے مسلمان کی تکفیر کے واسطے وہ دلیل پیش کرنا جس میں ہنوز فقہا کا اختلاف موجود ہے صریح بے انصافی ہے چنانچہ مفتی صاحب نے اس فتوے میں جو اقوال فقہا کے نقل کئے ہیں انھیں میں کافی اختلاف ہے۔ اگر

ایک نے سجدۂ تحیت کو کفر کہا ہے تو دوسرے نے کہا ہے کہ کفر نہیں ہے تیسرے نے کہا ہے کہ کبیرہ ہے۔ مفتی صاحب کی صداقت کا اظہار تو اسی سے ہوتا ہے کہ عربی میں تو یہ اقوال نقل کیے کہ سجدۂ تحیت کفر نہیں ہے یا کبیرہ ہے مگر جب اُردو میں اس کا خلاصہ فرمایا تو یہ کہدیا کہ مطلقاً سب علما کفر فرماتے ہیں۔"
چنانچہ اب ہم اس کی تصریح کرتے ہیں کہ خود مفتی صاحب کے استدلال میں سجدۂ تحیت کی نسبت ہر ایک فقیہہ کی رائے علیحدہ ہے جس کا مسلمان کی تکفیر کے واسطے پیش کرنا منافی شان اجتہاد ہے۔

چنانچہ پہلے قول کی عبارت کو دیکھئے کہ فقیہہ نے تقبیل ارض کی دو قسمیں کی ہیں اور کہا ہے کہ جو تقبیل علی وجہ العبادۃ ہو کفر ہے۔ اور زمین بوسی اگر بخیال تحیت ہو تو کبیرہ ہے۔ پھر زیلعی وغیرہ کا قول یہ ہے کہ سجدۂ تحیت کفر نہیں ہے۔ اس کے بعد قہستانی کا قول ہے کہ سجدہ مطلقاً کفر ہے۔ زاہدی کی عبارت یہ ہے کہ سلام میں قریب رکوع جھکنا بھی سجدہ میں داخل ہے۔ ناظرین غور فرمائیں کہ ایک فقیہہ کی رائے دوسرے کے بالکل خلاف ہے مگر مفتی صاحب نے اس کو یہ فرمادیا کہ مطلقاً سب علما کفر فرماتے ہیں۔

غرض سجدہ بہ نظر عبادت کو تو میں بھی کہتا ہوں کہ نہ فقراء کے کسی گروہ میں جائز ہے اور نہ کوئی کسی کو کرتا ہے گفتگو ہے تو صرف سجدۂ تعظیم و تحیت میں لہٰذا خود آپ کے پیش کردہ اقوال فقہا میں صریح اختلاف ہے کہ ایک صاحب کی رائے ہے کہ کبیرہ ہے۔ دوسرے فرماتے ہیں کہ سجدۂ تحیت کفر نہیں ہے تیسرے کہتے ہیں کہ سجدہ مطلقاً کفر ہے پس ایسے اختلافی مسئلہ سے

مسلمانوں کے ایک گروہ کو کافر کہنا کم سے کم انصاف اور ایمان کے خلاف تو ضرور ہے۔

اگر مفتی صاحب یہ فرماتے کہ مجھے قہستانی کی رائے سے اتفاق ہے اس لئے میں عموماً تقبیل ارض کو کفر جانتا ہوں تو کسی کو ضرورت نہ تھی کہ اعتراض کرتا اور مفتی صاحب کے تقدس میں یہ بے انصافی کا بدنما دھبہ بھی نہ لگتا۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ مفتی صاحب کو اس احرام پوش فرقہ سے کوئی خاص عناد ہے۔ جب تو یہ روش اختیار کی گئی کہ ترجمہ میں بے جا تصرف بھی فرمایا اور اس اختلافی مسئلہ سے اصول شریعت کے خلاف مسلمانوں کی تکفیر کا فتویٰ بھی دیدیا۔

حالانکہ اس مسئلہ میں فقہاکے مابین بہت بڑا اختلاف ہے جس کا اظہار کتب فقہ کے مطالعہ سے بخوبی ہو سکتا ہے۔ بعض کہتے ہیں مکروہ ہے بعض کا قول ہے کہ مباح ہے بعض فرماتے ہیں مستحب ہے اور بعض نے مسنون کہا ہے لیکن اس کی پوری تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں ہے اس لئے ہم نہایت اختصار کے ساتھ اپنے فاضل مفتی صاحب و نیز دیگر ناظرین کے اطمینان کیواسطے ایسے جلیل القدر اور ممتاز فقہا کا ایک قول نگارش کرتے ہیں جس کے مستند ہونے میں کسی کو شک و شبہہ نہ ہوگا اور یہ وہی عالم ہیں جن کے تبحر کا سب کو اعتراف ہے اور جو فقہ کے موجد ہیں اور جن کی رائے یہ ہے کہ سجدۂ شکر میں کراہت تنزیہی ہے۔

چنانچہ حضرت شاہ عبدالقدوس صاحب گنگوہی علیہ الرحمتہ جو

علاوہ روحانیت اور حقانیت کے علوم ظاہری میں بھی کمال رکھتے تھے اپنے رسالہ انوار العیون فی اسرار المکنون میں جواز سجدۂ تحیت کی بحث میں امام اعظم اور امام مالک کا ایک قول نقل فرماتے ہیں کہ " باید دانست کہ ایں مسئلہ مختلف فیہ است " کَمَا قَالَ فِی اِشْرَاقِ الْمَذَاهِبِ وَالْمُخْتَلَفُ فِی سُجُوْدِ الشُّکْرِ فَقَالَ اَبُوْ حَنِیْفَۃَ وَمَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ یُکْرَہُ وَالْاَوْلٰی اَنْ یَّقْتَصِرَ عَلَی الْحَمْدِ وَالشُّکْرِ ۔ اس سے صاف ہوگیا کہ امام ابوحنیفہ و امام مالک رضی اللہ عنہما سجدۂ شکر کو مکروہ جانتے ہیں اور اس کی کراہت تنزیہی کے قائل ہیں ۔ اور ایسا ہی کتاب سفر السعادت میں لکھا ہے ۔

اب غور فرمایئے کہ جس مسئلہ میں علاوہ اختلاف فقہا کے جس کو امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ مکروہ جانتے ہوں ۔ وہ مسئلہ کسی مسلمان کی تکفیر کے واسطے کیونکر دلیل ہو سکتا ہے اور اس اختلاف ائمہ کو مفتی عزیز الرحمٰن صاحب نے جس عنوان سے پوشیدہ کیا ہے یہ کہاں تک اُن کے تبحر کے موافق ہے ۔

قطع نظر اس کے مفتی صاحب نے جس سجدے کو کفر فرمایا ہے اور جسکی نسبت فقہا کا یہ اختلاف نقل ہوا ہے اور جو موجودہ حیثیت میں بھی کسی مسلمان کی تکفیر کے واسطے کافی نہیں لیکن اب ہم ایک اور ایسا قول نقل کرتے ہیں جس سے سجدۂ شکر و تحیت کا مستحب ہونا ثابت ہے اور ایسے مشہور اور مقدس علما کا قول لکھتے ہیں جس سے مفتی صاحب شاید انکار نہ کریں گے چنانچہ اسی رسالہ انوار العیون میں اور اسی بحث اور

عبارت کے تحت میں شاہ عبدالقدوس صاحب نے حضرت امام شافعی اور امام احمد رضی اللہ عنہم کا یہ قول جو سجدۂ شکر کے استحباب میں ہے نقل فرمایا ہے۔ وَقَالَ الشَّافِعِی وَاحْمد لَا یکرہ لَا بَلْ ھُوَ مُسْتَحَبٌّ۔

اور علاوہ اس صاحب سفر السعادت نے لکھا ہے کہ امام ابو یوسف اور امام محمدؒ کے نزدیک سجدۂ شکر مسنون ہے۔

اب ناظرین غور فرمائیں کہ جس سجدہ کو مفتی عزیز الرحمٰن صاحب نے کفر فرمایا ہے وہی سجدہ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک مستحب ہے اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کی تحقیق میں مسنون ہے پس ایسا اختلافی مسئلہ کسی مسلمان کی تکفیر کے واسطے کیونکر دلیل ہو سکتا ہے لہذا اب ہم بآواز بلند عرض کرتے ہیں کہ مفتی صاحب کا یہ فتویٰ صریح عقلاً اور نقلاً غلط اور اصول شریعت کے خلاف اور بے بنیاد ہے۔ نہ سجدۂ شکر و تحیت سے کوئی مسلمان کافر ہو سکتا ہے۔ نہ فقہا کے وہ اقوال جو مفتی صاحب نے نقل کئے ہیں کسی مسلمان کی تکفیر کیواسطے کافی ہیں۔

اصل یہ ہے کہ سجدہ کی دو صورتیں قائم کیجئے ایک سجدۂ عبادت جو خاص خداوند عالم کے واسطے ہے اور غیر خدا کیلئے حرام ہے۔ دوسرا سجدہ تعظیم و تحیت یا شکر۔ اسکی نسبت فقہا نے اختلاف فرمایا ہے جیسا اوپر مذکور ہوا لیکن مجرد سجدہ سے کوئی مسلمان کافر نہیں ہو سکتا جبتک مسجود کے الٰہ ہونے کا یقین نہ ہو۔ اور مسلمان کے بارے میں تو امام ابو حنیفہؒ کا یہ فتویٰ ہے۔ لَا یُکَفَّرُ اَھْلُ الْقِبْلَۃِ۔ کیونکہ اصل ایمان تصدیق

قلبی ہے اور جبتک یہ تصدیق انسان کے دل میں باقی ہے تو کوئی فعل اُسکا بعینہٖ وَ یَقِین اللّٰہ۔ اُس کو کافر نہیں کرتا۔

مفتی صاحب نے ایک احرام پوش فرقہ کی عداوت میں یہ فتوے ایسا تحریر فرمایا کہ جس سے خود مفتی صاحب کے اسلام اور ایمان میں نقصان آتا ہے کیونکہ مفتی صاحب کی یہ دریدہ دہنی ایک احرام پوش فرقے ہی تک محدود نہیں رہتی بلکہ اس تکفیر کا سلسلہ بہت دور تک جاتا ہے اور وہ مقدس اور ابرار بزرگ بھی اس تکفیر میں شامل ہوتے ہیں جو یقینی خدا کے مقبول اور برگزیدہ ہیں اور جنھوں نے خود بھی سجدۂ تحیت کیا اور سجدۂ تحیت کو جائز سمجھا۔

چنانچہ حضرات صوفیۂ کرام کے جملہ ملفوظات اس ذکر سے بھرے ہوئے ہیں اور اُن کا کوئی صفحہ ایسا نہ پایئے گا جو اس مضمون سے خالی ہو کہ فلاں مرید حاضر ہوا اور زمین بوسی کی اور بعض ملفوظات میں تو بجائے لفظ زمین بوسی کے صاف صاف الفاظ میں یہ لکھا ہے کہ اُس نے سجدہ کیا جس سے سجدۂ تحیت مراد ہے۔ اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرات صوفیہ نے ہمیشہ خود بھی سجدۂ تحیت کیا اور دوسروں کے سجدۂ تحیت کو بخوشی منظور بھی کیا۔ اگر اس کو تفصیل کے ساتھ لکھا جائے تو اسکے واسطے کئی دفتر درکار ہیں اس لئے بہ نظر اختصار چند ایسے صوفیۂ کرام کے اسمائے گرامی نقل کرتا ہوں جن کا سجدۂ تحیت کرنا اور دوسروں کے سجدۂ تحیت کو منظور کرنا اُن کے ملفوظات سے ثابت ہے اور اس کا بھی اہتمام کروں گا کہ اُن صوفیۂ کرام

کا حوالہ دوں گا جن کا مشاہیر میں شمار ہے۔ اور جن کے تقدس کا سب کو اعتراف ہے اور جو پیشوائے خلق سمجھے جاتے ہیں۔ اور اس کی بھی پابندی کرونگا کہ ملفوظات کے مؤلف بھی وہی لوگ ہوں جن کا خاص اور ممتاز لوگوں میں شمار ہو اور جو خود بھی صاحب فیوضات اور برکات ہوں۔ اور جن کو علوم ظاہری میں بھی کامل عبور ہو اور ہمارے مفتی صاحب سے بہت زیادہ فضل حاصل ہو۔

اور محل عبرت ہے کہ اس مقدس گروہ میں سلسلۂ صابریہ کے وہ پیرانِ عظام بھی شامل ہیں جن کے حلقہ بگوش ہونے کا فخر فاضل مفتی صاحب کے استادوں کو حاصل ہے یہ معلوم نہیں کہ باوجود واقفیت کے مفتی صاحب نے یہ جرأت کیونکر فرمائی کہ جن کے سامنے زانو تہ کیا۔ اور جن کی تعلیم کی بدولت مفتی صاحب آج دار العلوم دیوبند کے مفتی ہیں اُن کے رہنمایان راہ طریقت پر یہ کھلا ہوا حملہ کیا۔ اور جس فعل کو وہ خدا شناس محمود و مسعود جانتے تھے اور جس پر خود اُن کا اور اُن کے پیرانِ طریقت کا عملدر آمد تھا اُس کو صاف لفظوں میں ناجائز بلکہ کفر قرار دیا۔

لہٰذا ابتدا اس سلسلہ کی ہم حضرت شیخ العالم احمد عبدالحق رودولوی قدس سرہٗ کے حالات سے کرتے ہیں کیونکہ آپ سلسلۂ صابریہ کے ممتاز اور مشاہیر بزرگوں میں ہیں اور اتباع شریعت و سنت میں بھی آپ کو کامل غلو تھا اور ملفوظ بھی آپکا زیادہ مستند اور معتبر اس وجہ سے ہے کہ جسکو بکمال احتیاط حضرت شاہ عبدالقدوس صاحب گنگوہی نے تالیف فرمایا ہے جو مشاہیر صوفیہ میں ہیں اور ماسوائے تقدس باطنی کے علوم ظاہری

میں بھی آپ کو تبحر تھا۔ چنانچہ یہ ملفوظ جس کا نام انوار العیون فی اسرار المکنون ہے اور جس میں حضرت مخدوم رودولوی کے حالات اور واقعات مندرج ہیں اسکا ہر ورق شاہد ہے کہ جب مریدین حاضر ہوتے تھے تو حضرت مخدوم کے آگے سر جھکاتے تھے۔ اور سجدۂ تحیت کرتے تھے جس کو شاہ عبدالقدوس صاحب نے اس تشریح کے ساتھ لکھا ہے "مریدان حضرت شیخ العالم قدس سرہٗ پیش حضرت شیخ العالم سر پیش می آوردند و بہ سجدہ پیش می رفتند و می نشستند سبحان اللہ تا دراں حال چہ جمال می دیدند و مستغرق آں می گشتند۔ و امروز ہماں سنت مریداں حضرات شیخ العالم را جاری ست کہ پیش قبر حضرت شیخ العالم و پیش صاحب سجادہ سر بر زمیں می نہند و سجدہ می کنند اگر در ظاہر ممنوع است فاما در باطن مسموع است و جواب ایں لو ضوح تمام در فن ارادت گفتہ شدہ است شافی و کافی خواہد بود انشاء اللہ تعالیٰ

(انوار العیون صفحہ ۴۹)

انوار العیون کی اس عبارت سے مریدین و حاضرین بارگاہ حضرت مخدوم کا تعظیماً سر جھکانا اور سجدۂ تحیت کرنا اور حضرت مخدوم کا اُن کی اس عقیدتمندی کو منظور کرنا تو بخوبی ثابت ہے مگر شاید یہ شبہہ ہو کہ خود حضرت مخدوم نے بھی اپنے پیر دستگیر کے آگے سجدہ کیا ہے یا نہیں تو شاہ عبدالقدوس صاحب نے اس کی بھی تصریح کر دی ہے کہ حضرت مخدوم رودولوی جب شیخ المشائخ حضرت جلال الدین کبیر الاولیا صابری پانی پتی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے سجدہ کیا۔

چنانچہ منقول ہے کہ حضرت مخدوم رودلوی جب آستانۂ پیر برحق پر حاضر ہوئے تو "شیخ المشائخ جلال الحق والدین قدس سرہٗ ایستادہ بر آستانہ خود منتظر قدوم حضرت شیخ العالم قدس سرہٗ بودند مادام کہ حضرت شیخ العالم برسیدند در زیر پائے پیر خود افتادند شیخ المشائخ جلال الحق والدین قدس سرہٗ بتعظیم تمام و بہ شفقت عظام بدست کرام شیخ العالم راکنارہ گرفتند و بہ لطف ظاہر و نظر باطن بزبان مبارک فرمودند کہ اے عبدالحق امروز تو مہمان من باشی۔ حضرت شیخ العالم قدس سرہٗ سر بر زمیں بردند و باعتراف عبودیت پیوستند"
(انوار العیون صفحہ ۹)

اس عبارت سے صاف ظاہر ہوگیا کہ حضرت شیخ احمد عبد الحق علیہ الرحمۃ نے پیر کے آگے سر جھکایا اور زمین بوسی کی اور شیخ المشائخ قطب الاولیا، حضرت جلال الحق والدین قدس سرہٗ نے آپ کی اس عقیدت اور زمین بوسی کو قبول و منظور فرمایا۔

علیٰ ہذا قدمبوسی اور زمین بوسی کا رواج حضرت مخدوم شاہ مینا علیہ الرحمۃ کے سلسلہ میں بھی پایا جاتا ہے چنانچہ حضرت شیخ سعد علیہ الرحمۃ خلیفہ حضرت مخدوم کا قصہ ہے۔ کہ چوں مخدوم خیرآباد رسیدند ہمہ مریدان و معتقدان از اطراف و جوانب می آمدند و پائے بوس می کردند"
(سبع سنابل صفحہ ۸۰)

اسی طرح حضرت سید محمد گیسو دراز خلیفہ حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی کے تذکرہ میں ہے "یکے از خلفائے حضرت مخدوم سید محمد

گیسو دراز ہست قدس سرہٗ مردے دانشمند فحول و البتہ بمتابعت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام بود
دراں وقت کہ سید محمد بر مخدوم شیخ نصیر الدین محمود آمدند۔ مخدوم بر اسپ سوار بودند باز ایشان
بر پائے مخدوم بوسہ زدند۔ باز فرمود۔ فروتر۔ ایشاں بر سم اسپ بوسہ زدند۔ اما گیسو
ایشاں بہ رکاب آویختہ بود۔ باز مخدوم فرمود۔ فروتر۔ ایشاں بزمیں بوسہ
زدند و گیسو ہمچناں آویختہ ماند۔ مخدوم فرمود میر سید محمد شما
گیسو دراز دارید"
(سبع سنابل صفحہ ۶۸)

حضرت سید محمد گیسو دراز جو شریعت رسول کے متبع اور پابند تھے
اُن کا زمین بوسی کرنا اور حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی کا بتاکید
زمین بوسی کرانا اس امر کی قطعی دلیل ہے کہ پیر کے آگے زمین بوسی
کرنا جائز نہیں بلکہ لازمی ہے اور جس فعل کو مفتی عزیز الرحمن ممنوع
فرماتے ہیں۔ وہی فعل مریدین اور معتقدین کی ترقی درجات اور فیوضات
باطنی حاصل کرنے کا خاص وسیلہ ہے جیسا کہ حضرت گیسو دراز کے اسی
قصہ میں ہے کہ جب حضرت مخدوم نے بار بار فروتر فروتر فرمایا تو دیکھنے
والوں کو برا معلوم ہوا کہ حضرت مخدوم کو مناسب نہ تھا کہ ایک سید زادے
کے ساتھ ایسا کرتے "ایں سخن میر سید محمد شنیدند۔ گفتند اے ظاہر بینا ں
شما چہ دانید کہ حضرت مخدوم مرا تا کجا کشیدند۔ و تا کجا رسانیدند۔ چوں بوسہ
برراں ایشاں زدم۔ عالم ناسوت تمام برما کشف شد و چوں بر پائے مبارک
ایشاں بوسہ زدم عالم ملکوت کشف شد۔ و چوں بوسہ بر سم اسپ زدم
عالم جبروت کشف شد۔ و چوں بوسہ بر زمیں زدم عالم لاہوت کشف
شد۔ گفتند کہ حضرت مخدوم در یک لحظہ کار مرا بہ تمام رسانیدند۔ و مردم ظاہر بیں

این را اہانت تصور کردند۔" (سبع سنابل صفحہ ۶۹)

علیٰ ہذا حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر علیہ الرحمتہ نے لطائف اشرفی میں جہاں سجدۂ تحیت کی بحث فرمائی ہے تو سنداً اپنے مخدوم حضرت شیخ نصیر الدین محمود روشن چراغ دہلی قدس سرہٗ کا یہ قصہ لکھا ہے کہ "ما حضرت مخدومی چوں از نماز جمعہ و صلوات اعیاد عود می کردند خلائق انبوہ سر در قدم ایشاں می آوردند و سرہا کہ در پائے ایشاں سر فراز می شدند بر زمیں نہادند و سجدہ می کردند۔"

یہ بھی ظاہر ہو جانا چاہیئے کہ حضرت چراغ دہلوی علیہ الرحمہ نے زمین بوسی کی نسبت حکم کیا دیا ہے۔ چنانچہ صاحب لطائف اشرفی ارقام فرماتے ہیں کہ حضرت قدوۃ الکبرےٰ می فرمودند کہ چوں زیارت قبور در آید از چپائی دخول کند و سہ طواف یا ہفت طواف کند بعدہ سر بپایانِ قبر فرود آوردہ۔"

اب یہ دیکھنا چاہیئے کہ خو حضرت شیخ نصیر الدین محمود علیہ الرحمتہ نے بھی کبھی زمین بوسی کی ہے یا نہیں۔ چنانچہ ملفوظات کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت چراغ دہلی نے ہمیشہ اپنے مخدوم کے آگے سر جھکایا اور زمین بوسی کی بلکہ حضرت سلطان المشائخ کے تمامی خلفاء نے جو علم و زہد۔ ورع و تقویٰ و بذل و ایثار و عشق و محبت و ذوق و شوق اور باطنی کمالات میں شہرۂ آفاق تھے ہمیشہ قدمبوسی کی اور مخدوم کے آگے سر بسجود ہوئے۔ مثلاً مولانا اخی سراج الدین جو علوم ظاہری میں کمال

رکھتے تھے۔ اور مولانا فخر الدین علیہ الرحمۃ جن کا علاوہ تبحر کے فصاحت اور بلاغت میں بھی شہرہ تھا۔ اور مولانا شمس الدین محمد بن یحییٰ علیہ الرحمہ اور مولانا شیخ قطب الدین منور علیہ الرحمہ اور مولانا حسام الدین ملتانی علیہ الرحمہ۔ اور مولانا علاؤ الدین نیلی علیہ الرحمۃ اور مولانا برہان الدین علیہ الرحمۃ اور مولانا وجیہہ الدین یوسف علیہ الرحمۃ اور مولانا سراج الدین عثمان علیہ الرحمۃ۔ اور مولانا شہاب الدین علیہ الرحمہ اور علاوہ ان کے وہ مریدان سلطان المشائخ جو شرف ارادت اور تقرب سے مشرف تھے۔ اور جن کا مخصوصین میں شمار تھا جیسے خواجہ ابو بکر مندہ اور قاضی محی الدین کاشانی اور مولانا وجیہہ الدین پائلی اور مولانا فخر الدینؒ اور مولانا فصیح الدینؒ اور حضرت امیر خسروؒ اور مولانا امیر حسنؒ علا سنجری اور مولانا جمال الدینؒ اور مولانا جلال الدینؒ اور قاضی شرف الدین۔ اور مولانا بہاؤ الدینؒ اور خواجہ مبارکؒ اور خواجہ مؤید الدین اور خواجہ تاج الدینؒ اور خواجہ ضیاء الدینؒ اور مولانا نظام الدین شیرازی اور خواجہ سالار وغیرہ بلکہ جملہ مریدین کا یہ دستور تھا کہ جب حضرت سلطان المشائخ کے حضور میں حاضر ہوتے تو قدم بوس اور سر بسجود ہوتے۔ (سیر الاولیا)

اب اس کا بھی اظہار ضروری ہے کہ حضرت سلطان المشائخ نظام الحق والدین قدس سرہٗ نے اپنے مریدان عقیدت کیش کی اس زمین بوسی کو پسند فرمایا یا نہیں۔ اور خود بھی اپنے مخدوم کے آگے سر جھکایا یا نہیں۔ چنانچہ منقول ہے کہ ایک مرتبہ آپ کی مجلس میں اس سلسلہ پر گفتگو ہوئی کہ مریدین خدمت مخدوم میں حاضر ہو کر سر بسجود ہوتے ہیں۔ آپنے فرمایا کہ

میں نے اپنے شیخ کی خدمت میں لوگوں کو ایسا ہی کرتے دیکھا ہے اسوجہ سے میں منع نہیں کرتا ہوں (فوائد الفواد۔ سیر الاولیا)

اسکے علاوہ حضرت سلطان المشائخ نے اپنی کتاب راحۃ القلوب میں اول سے آخر تک یہی لکھا ہے کہ میں فلاں تاریخ کو خدمت مخدوم میں حاضر ہوا اور یہ دولتِ پائے بوسی حاصل شد" بلکہ آپ نے اس سجدہ تحیت کی اباحت بھی ثابت فرمائی ہے۔

چنانچہ منقول ہے کہ ایک سیاح آپ کی خدمت میں حاضر تھا کہ وحید الدین قریشی آئے اور زمین بوس اور سر بسجود ہوئے۔ مسافر نے بغیظ کہا کہ ایسا نہ کرو۔ سلطان المشائخ نے اسکو یوں سمجھایا کہ قاعدہ ہے کہ جو حکم فرض ہوتا ہے اور جب فرضیت اس کی جاتی رہتی ہے تو استحباب باقی رہتا ہے جیسا عاشور کا روزہ گذشتہ امتوں پر فرض تھا مگر جب امت محمدی کیلئے فرضیت اس کی منسوخ ہوگئی تو استحباب باقی رہا علی ہذا پہلی امتوں میں باہم سجدہ کرنا مستحب تھا۔ چنانچہ رعیت بادشاہ کو شاگرد استاد کو امتی پیغمبر وقت کو جو رو خاوند کو سجدہ کرتی تھی۔ جب دور محمدی میں وہ سجدہ منسوخ ہوگیا۔ تو اس کا وجوب جاتا رہا لیکن اباحت باقی رہی۔ اور جب کہ یہ سجدہ مباح ہے تو مباح کا منع کرنا کہاں آیا ہے۔

(فوائد الفواد۔ سیر الاولیاء)

یہ بھی حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا کہ میں سجدہ تحیت کو اس لئے منع نہیں کرتا ہوں کہ ہمارے شیخ کے سامنے لوگوں کا یہی دستور تھا پس میرے

منع کرنے سے دو باتیں لازم آتی ہیں، ایک تجہیل مشائخ۔ دوسرے تفسیق مشائخ (نعوذ باللہ منہا) یسیر الاولیاء)

حضرت سلطان المشائخ نظام الحق والدین قدس سرہٗ کی اس گفتگو سے صاف ظاہر ہے کہ آپ نے مریدوں کا سر بسجود ہونا پسند بھی فرمایا اور خود بھی اپنے مخدوم کے آگے سر بسجود ہوئے اور سجدۂ تحیت کی اباحت ثابت فرمائی اور اپنے پیران طریقت کی رضامندی ایسی وضاحت سے ظاہر فرمائی کہ اب نام بنام لکھنے کی ضرورت نہ رہی۔

علیٰ ہذا حضرت شیخ العالم قطب الاولیا حریق المحبت فرید الحق والدین مسعود گنج شکر قدس سرہٗ نے اپنی کتاب فوائد السالکین جسمیں خواجہ خواجگان حضرت قطب الدین بختیار کاکی اوشی ثم الدہلوی کے حالات اور ملفوظات نقل فرمائے ہیں اُس میں حضرت مخدوم کی خدمت میں اپنی حاضری کا ذکر کیا ہے۔ تو یہی لکھا ہے کہ "زمیں بوس شدم" یا "دولت قدمبوس حاصل شد"

اسی طرح شہید المحبت قطب الاقطاب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی نے اپنی کتاب دلیل العارفین میں جہاں حضرت خواجہ اجمیری کی خدمت میں اپنی حاضری کا ذکر کیا ہے تو اس سے آپکا زمین بوس اور قدمبوس ہونا صاف ظاہر ہے۔

معہذا سراج السالکین منہاج العارفین خواجۂ بزرگ حضرت خواجہ معین الدین حسن سنجری قدس سرہٗ نے اپنے رسالہ انیس الارواح میں نقل فرمایا کہ شہر بغداد میں حضرت جنید کی مسجد میں زیارت قدمبوسی حضرت

خواجہ عثمان ہارونی سے مشرف ہوا اسوقت اکثر مشائخ کبار خدمت مرشدی میں حاضر تھے۔ جب میں نے زمین ادب چومی تو آپ نے فرمایا دو رکعت نماز پڑھو۔ میں نے حکم کی تعمیل کی۔

اب ناظرین انصاف فرمائیں کہ یہ بزرگان دین جن کے اسماء گرامی نگارش کئے ہیں صرف پیشوائے طریقت اور روحانیت وحقانیت ہی کے معلم نہ تھے بلکہ ان کو علوم ظاہری میں بھی کامل عبور تھا اور متبع شریعت و سنت تھے۔ اور یقینی مفتی عزیز الرحمٰن صاحب سے بہت زیادہ مسائل شرعیہ سے ماہر اور محقق تھے۔

اور ان کے حالات اور ارشادات سے نہ صرف مخدوم کے آگے سر جھکانا اور زمین بوسی کرنا ثابت ہے بلکہ قبر بوسی اور مخدوم کے آگے سر بسجود ہونے کو سنت مشائخین فرمایا ہے۔ اور اس زمین بوسی کو حصول فیضان الٰہی کا وسیلہ بنایا ہے اور سر بر زمین نہادن کا مباح ہونا ثابت کیا ہے اور برعکس اس کے ہمارے فاضل مفتی صاحب نے فرمایا ہے کہ قریب رکوع جھکنا داخل سجدہ ہے اور سجدہ مطلقاً کفر ہے اور فاعل سجدۂ تعظیمی کو کافر کہدیا معلوم ہوتا ہے کہ سجدۂ تعظیم وتحیت کے رموز و اسرار سے جس قدر واقفیت مفتی صاحب کو ہے تمامی بزرگان دین اور سلف صالحین کو نہ تھی۔

مفتی صاحب نے ایک احرام پوش فرقہ کی آڑ میں گویا ان تمامی مقدس اور ابرار بزرگوں کو (معاذ اللہ) کافر قرار دیدیا ہے جو سجدۂ تحیت کو مباح اور سنت پیران عظام جانتے ہیں۔ معلوم نہیں کہ مفتی صاحب نے

Scanned with CamScanner

اس تکفیر عام کو باعث ثواب سمجھا ہے۔ یا بزرگان طریقت سے خاص عداوت ہے جو اس پیرایہ میں اُن کی تکفیر اور توہین پر آمادہ ہو گئے۔

علاوہ اس کے جن مقدس اور ابرار بزرگوں کے نام نامی اس مختصر فہرست میں درج ہیں اُن کو رکن دین کہا جائے۔ تو بے جا نہ ہو گا کیونکہ اُنکی ذات سے خیر و برکات کے چشمے جاری ہوئے ہر طبقہ میں اُن کا احترام کیا جاتا ہے اور اُن کی عظمت کا تریب قریب سب کو اعتراف ہے اور چونکہ اُن کے اقوال وافعال لائق تمسک و تقلید ہیں اس لئے ہم بہ آواز بلند کہہ سکتے ہیں کہ پابوسی شیخ ہمارے واسطے کم سے کم مباح اور مستحب تو ضرور ہو گی۔

لیکن شاید فاضل مفتی صاحب یہ فرمائیں کہ جن صوفیوں کا تم نے حوالہ دیا ہے یہ ممتاز اور محترم تو یقینی ہیں۔ مگر ممکن ہے کہ ہندوستان کے رسم مشرکانہ سے متاثر ہوئے ہوں کیونکہ ایک صاحب تو ہمیشہ رودولی (شریف) میں رہے جو اجودھیا کے قریب ہے۔ دوسرے صاحب نے جوگی جیپال کے مسکن اجمیر (شریف) میں بود وباش اختیار کی۔ اسلئے صحبت ہمسایہ کا ان کے خیالات پر گہرا اثر ہوا کہ خود بھی قدمبوسی کی اور اپنے طالبین کی قدمبوسی کو قبول و منظور فرمایا۔ اگر علامہ قہستانی کے قرب و جوار میں یہ حضرات رہتے تو کبھی تقبیل ارض کی جانب مائل نہ ہوتے۔

لہذا اب ہم کو لازم ہوا کہ بلاد اسلام کے اُن صوفیوں کا قدمبوس ہونا ثابت کریں جن کی پاک زندگی سرزمین حجاز و عراق میں گذری ہو اور جن کے افراد کو اہل عرب و عجم رہنمائے خلق اور مقتدائے عالم جانتے ہوں۔ چنانچہ ایسے

صوفیوں کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے اور مستند کتابوں میں اُنکا ذکر بصراحت موجود ہے لیکن تمثیلاً چند اسمائے گرامی ایسے صوفیوں کے ہم درج کرتے ہیں جن کو نہ ہندوستان کا باشندہ کہا جا سکتا ہے اور نہ اہل ہند کی صحبت سے جن کے خیالات میں تغیر ہوا۔

چنانچہ منقول ہے کہ خواجہ قطب الدین مودود چشتی علیہ الرحمۃ نے حضرت شیخ الاسلام خواجہ عبد اللہ انصاری قدس سرہٗ کی قدمبوسی کی جس کو مولانا عبد الرحمٰن جامی علیہ الرحمۃ نے نفحات الانس میں لکھا ہے کہ "خواجہ مودود با دو ہزار مرید سلاح بستہ متوجہ شدند در راہ بہ شیخ رسیدند چوں نظر شیخ بروے افتاد پیادہ پا شد و بوسہ بر پائے شیخ داد"

علی ہذا حضرت مجد الدین بغدادی علیہ الرحمۃ نے اپنے پیر حضرت نجم الدین کبریٰ کی قدمبوسی کی۔ چنانچہ نفحات الانس میں ہے کہ "شیخ مجد الدین در قدم شیخ افتاد"۔

اور شیخ عراقی نے بھی حضرت خواجہ بہاؤ الدین زکریا ملتانی سہروردی علیہ الرحمۃ کی قدمبوسی کی۔ جس کو صاحب نفحات الانس نے لکھا ہے کہ شیخ عراقی نے خلوت میں جب یہ غزل لکھی کہ "عراقی را چرا بدنام کردند" تو مخدوم نے فرمایا کہ اب تمھاری تکمیل ہوگئی" بیرون آئے۔ "برآمد و سر در قدم شیخ نہاد۔ و شیخ بدست مبارک خود سر او را از خاک بر داشت"۔

اور حضرت خواجہ ابو احمد ابدال علیہ الرحمۃ نے جن کا ۳۵۵ھ ہجری میں وصال ہوا حضرت ابو اسحاق شامی علیہ الرحمۃ کی قدمبوسی کی چنانچہ نفحات الانس میں ہے کہ خواجہ ابو احمد ابدال اپنے والد کے ہمراہ شکار کو گئے تھے۔ راہ میں جدائی

ہوگئی۔ اور حضرت خواجہ موصوف نے دیکھا کہ ایک پتھر پر چالیس رجال اللہ بیٹھے ہیں اور اُن کے درمیان میں ابو اسحاق شامی ہیں " حال بروے بگشت از اسپ فرود آمد و در پائے شیخ افتاد۔ واسپ و سلاح ہر چہ داشتہ بگذاشت و پشمینہ در پوشید و با ایشاں رواں شد"

اور حضرت خواجہ ابو اسحاق شامی علیہ الرحمۃ کے حالات میں منقول ہے کہ "خواجہ در خانۂ علو دینوری آمد و پائے بوس کرد" (سبع سنابل صفحہ ۲۱۵)

علی ہٰذا حضرت خواجہ ممشاد علو دینوری قدس سرہ کے حالات میں لکھا ہے کہ حسب اشارت خضر علیہ السلام حضرت خواجہ ہبیرہ بصری کے مکان پر گئے اور سر بسجود ہوئے اور حضرت خواجہ نے شفقت فرمائی جس کی اصل عبارت یہ ہے "علو دینوری بحکم بشارت در خانۂ ہبیرہ بصری آمد و سر بر زمیں نہاد۔ شیخ ہبیرہ بصری نظر بر شیخ علو دینوری کرد و گفت بیا اے علو دینوری کار تو ہمیشہ علو دینوری است" (سبع سنابل صفحہ ۲۱۳)

ایک صاحب عقیدت نے حضرت ابراہیم ادہم علیہ الرحمۃ کے پاؤں پر سر جھکایا اور آپ نے منظور فرمایا۔ (تذکرۃ الاولیا صفحہ ۶۹)

خود حضرت ابراہیم ادہم بلخی قدس سرہ کا حال سنیئے کہ آپ نے حضرت خواجہ فضیل عیاض قدس سرہ کی قدمبوسی کی اور حضرت فضیل خوش ہوئے چنانچہ منقول ہے کہ "ابراہیم ادہم در خانقاہ فضیل عیاض آمد و شرف پائے بوس او حاصل کرد۔ خواجہ لطف بیحد فرمود و گفت اے ابراہیم بادشاہ دنیا بودی بادشاہ دیں گشتی بہ مقام ما ہنشیں و خرقۂ مشائخ ما در برکنی د

از درویشاں کبار گردی۔" (سبع سنابل صفحہ ۲۱)

محرم حریم جمال ایزدی واقف اسرار سرمدی حضرت خواجہ معروف کرخی علیہ الرحمۃ کے حالات میں ہے کہ ایک جماعت نے آپ کی قدمبوسی کی اور آپ نے قبول فرمایا اگر قدمبوسی ممنوع ہوتی تو ہرگز آپ رضامندی نہ ظاہر فرماتے کیونکہ آپ علاوہ طریقت کی سرداری کے عالم متبحر اور متبع شریعت بھی تھے چنانچہ منقول ہے کہ ایک روز آپ رفقا کے ہمراہ قریب دریائے دجلہ کے تشریف لیگئے اور شراب خوارونکی ایک جماعت کو دیکھا۔ رفقا نے عرض کیا کہ آپ انکے واسطے بددعا فرمایئے کہ یہ لوگ دریا میں غرق ہوں۔ ارشاد ہوا کہ ہاتھ اٹھاؤ۔ اور آپنے یہ دعا فرمائی کہ الٰہی جسطرح انکو دنیا کے عیش میں تونے خوش رکھا ہے عقبیٰ میں بھی انکو عیش و خوشی مرحمت فرما۔ رفقا متعجب ہوئے اور کہا یا حضرت اسمیں کیا اسرار ہے آپنے فرمایا توقف کرو کہ فوراً اُن لوگوں نے آپکے آگے سر جھکایا اور توبہ کی جسکی اصل عبارت یہ ہے

"واں جمع چوں شیخ را دیدند رباب بشکستند و خمر بریختند و گریہ ایشاں اُفتاد و در پائے شیخ افتادند۔ و توبہ کردند و شیخ گفت دیدید کہ مراد جملہ حاصل شد۔ بے غرق و بے آنکہ رنجے بہ کسے رسد"

(تذکرۃ الاولیا صفحہ ۱۷۰)

حضرت خواجہ حافظ شیرازی علیہ الرحمۃ کا یہ شعر بھی ہمارے دعوے کی دلیل ہے۔

بر زمینے کہ نشان کف پائے تو بود
سالہا سجدۂ صاحب نظراں خواہد بود

بلکہ آپ نے مخدوم کی قدمبوسی کے علاوہ یہ فرمایا ہے کہ جو زمین گذرگاہ مخدوم ہے صاحب دید دیافت وہاں سجدہ کرتے ہیں۔

حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر علیہ الرحمۃ جن کے تبحر اور تقدس کا زمانہ معترف ہے انہوں نے ایک رادتمند سے بہ تکرار قدمبوسی کرائی بلکہ اپنے سامنے گویا سربسجود ہونے کا حکم دیا اور اس سر جھکانے کے فوائد بھی بیان فرمائے جسکو صاحب سیرالاولیا نے بھی لکھا ہے مگر ہم اس حکایت کو فوائدالفواد سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت سلطان المشائخ نظام الحق والدین فرماتے ہیں کہ "شنودم از خدمت شیخ الاسلام فریدالدین قدس سرہ العزیز کہ وقتے شیخ ابوسعید ابوالخیر علیہ الرحمۃ در راہے سوار می رفت۔ مریدے پیش آمد و آں مرید پیادہ بود۔ و زانو شیخ ببوسید۔ شیخ فرمود۔ فروتر۔ مرید پائے شیخ ببوسید۔ شیخ فرمود فروتر۔ مرید زانو اسپ ببوسید شیخ فرمود فروتر۔ مرید سُم اسپ ببوسید۔ شیخ فرمود فروتر۔ مرید زمیں بوسید۔ آنگاہ شیخ فرمود کہ دریں چہ ترا فرمودم فروتر فروتر مقصود من نہ بوسیدن زمیں بود۔ ہر چہ فروتر شدی درجۂ تو بالائے تر می شد" (فوائدالفواد صفحہ ۲۸)

تعجب ہے کہ جس فعل کو ان مقتدر اور ممتاز حضرات صوفیہ کرام کے تقدس اور تبحر نے جائز اور مباح بلکہ مفید اور لازمی جانا یعنی خود بھی اپنے مخدوم کے آگے سر جھکایا اور دوسروں کے سر جھکانے کو خوشی کے ساتھ منظور بھی کیا اور بعض نے بتاکید و تکرار اپنے حلقہ بگوشوں کو

سربسجود ہونے کا حکم دیا۔ مگر ہمارے مفتی عزیزالرحمن صاحب کا فضل تمام جہان کے عالموں سے بڑھا ہوا ہے اور آپ کی تحقیق بھی جملہ محققین کی تحقیقات سے زیادہ معلوم ہوتی ہے جب تو آپ کا یہ حکم ہے کہ سجدہ مطلقاً کفر ہے اور مرتکب اس کا کافر ہے اب سوائے اس کے اور کیا کہا جائے کہ مفتی صاحب کو جس آسانی سے اس مسئلے کی تحقیق ہوگئی اور کفر مطلق کے اسرار سے آپ خبردار ہوگئے ہمارے تمامی بزرگان دین کا علوم ظاہری میں تبحر کچھ کام نہ آیا اور اس کفر و ایمان کے فرق کو وہ بالکل نہ سمجھ سکے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بقول مفتی صاحب اُنکے مرتکب فعل شرک و کفر ہونے میں کوئی تردد نہیں رہا۔ (نعوذ باللہ)

مفتی صاحب کا یہ فتوے جس کا دائرہ چنگیز خانی فرمان سے بھی زیادہ وسیع ہے جس نے بغیر کسی لحاظ اور امتیاز کے اول سے آخر تک قریب قریب جملہ مسلمانوں کو کافر بنادیا۔ اور یہ حملہ صرف عوام الناس یا ایک فرقہ احرام پوش ہی پر نہیں ہوا بلکہ ماسوائے عامہ مسلمین وہ حضرات جو اسلام کی جان اور مسلمانوں کے سرتاج ہیں اُن کو بھی نہیں چھوڑا۔

مفتی صاحب کا یہ فتوے بقول اڈیٹر الرشید کسی خاص گروہ کیواسطے نہیں ہے بلکہ عام ہے اور واقعی اس کا اثر ایسا عام ہے کہ موجودہ مسلمانوں کے علاوہ گذشتہ بزرگان دین کی بھی تکفیر کا اُس نے

حکم دیدیا ہے مگر میں سمجھتا ہوں کہ کسی خاص گروہ کے لئے یہ فتوے ہوتا تو اچھا تھا۔ اس لئے کہ وہ گروہ مفتی صاحب کے اس احسان کا شکریہ تو ادا کرتا۔ اور ممنون تو ہوتا کہ مفتی صاحب کی معرفت وہی خطاب نصیب ہوا جو ہمارے پیشواؤں کو مل چکا ہے۔ اور اس کفر کی بدولت ہمارے قدیم رہنماؤں کی سنت بھی ہم سے ادا ہوگئی۔

مفتی عزیز الرحمن صاحب کے اس فتوے کا اثر اگر حضرات صوفیۂ کرام ہی کی ذات اقدس تک محدود رہتا اور انھیں مقبولان بارگاہ ایزدی اور محبوبان حضرت سرمدی کو (معاذ اللہ) کافر بناکر چھوڑ دیتا تو بھی غنیمت تھا۔ لیکن غضب تو یہ ہے کہ اس تکفیر کی رسی دراز ہے۔ اور یہ سلسلہ ابھی اور آگے جاتا ہے۔ اور اُن لوگوں کو بھی تکفیر میں شامل کرتا ہے جو سابق الایمان ہیں، اور جن کے دلوں میں پہلے اسلام نے اپنا گھر بنایا جن کے ہاتھوں سے خدا کے دین کی نشو ونما ہوئی۔ جن کو رسول اللہ نے ستاروں سے مشابہ فرمایا۔ جن کے ایمان اور ایقان کی خدا نے شہادت دی جو رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کے مصداق ہوئے۔ مگر مفتی صاحب کے اس دام تکفیر سے وہ بھی نہیں چھوٹ سکتے۔ کیونکہ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے بھی سر جھکایا اور قدمبوسی بھی کی جس کو بہت اختصار کے ساتھ تمثیلاً ہم نگارش کرتے ہیں۔

چنانچہ مشکوٰۃ میں ہے کہ قبیلہ بنی عبد قیس نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں کو بھی بوسہ دیا۔ جس میں جھکنا بقدر سجدہ کے لازم آتا ہے۔ اور مفتی عزیز الرحمٰن صاحب کے حکم قطعی کے صریح خلاف معلوم ہوتا ہے۔ جیسا کہ منقول ہے۔

"وَعَنْ زَارِعٍ وَكَانَ وَفْدُ عَبْدِ الْقَيْسِ قَالَ لَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ فَجَعَلْنَا نَتَبَادَرُ مِنْ رَوَاحِلِنَا فَنُقَبِّلُ يَدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ وَرِجْلَهٗ۔ (ابو داؤد) یعنی راوی کہتا ہے کہ جس وقت ہم مدینہ پہونچے اور اپنی سواریوں سے اُتر لئے بس چومے ہاتھ اور پاؤں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے۔

اس روایت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ قبیلہ عبد قیس نے قدمبوسی کی اسی طرح ایک خراب نتیجہ بھی اس سے یہ نکلتا ہے کہ اگر قبیلہ عبد قیس کے بعض افراد نے رسول اللہ کے قدموں کو بوسہ دیا اور قریب سجدہ کے سر جھکایا اور بفرض محال اس کا ثمرہ بھی اُن کو وہی ملے جو مفتی عزیز الرحمٰن نے فقرائے احرام پوش کے واسطے تجویز کیا ہے تو ہم کو زیادہ تردد نہ ہوتا۔ مگر غضب تو یہ ہے کہ بانی شرع شریف یعنی حضرت سید المرسلین نے اُن کے اس فعل سے انکار نہیں فرمایا۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ مفتی صاحب اپنے رسول کے واسطے کیا حکم نافذ فرمائیں گے۔ یعنی

وہی الزام رسول اللہ پر بھی عائد ہوگا۔ جو وفد عبد قیس کے واسطے ہوسکتا ہے یا اُن صحرائی عربوں کے تصور سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قصور بڑا تصور کیا جائے گا اس لئے کہ آپ پیغمبر وقت تھے۔ لازم تھا کہ ان عربوں کو اس فعل ممنوع سے خبردار کرتے۔ مگر ایسا نہیں کیا۔ وہ لوگ قدمبوسی کرتے رہے۔ اور آپ خاموشی کے ساتھ دیکھا کئے۔ شاید حقیقت کفر سے آپ اس قدر واقف نہ تھے جس قدر آج مفتی عزیز الرحمٰن صاحب واقف ہیں ورنہ ایسا نہ کرتے اور وفد عبد قیس کو قدمبوسی کرنے سے ضرور روکتے۔

اور یہ بھی منقول ہے کہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اپنے رخسارے ملتے تھے لہٰذا آپ کا یہ فعل مفتی عزیز الرحمٰن صاحب کے فتوے کا صریح مخالف ہے۔ اس لئے کہ فاضل مفتی صاحب نے تو قریب رکوع جھکنے کی بھی سخت ممانعت فرمائی ہے چہ جائیکہ قبر انور پر رخسارے ملنا۔ جو رکوع سے بہت زیادہ جھکنا بلکہ قریب سجدہ کے ہے۔ علاوہ اس کے حضرت ابو ایوب کے اس فعل کو اکابر صحابہ نے بھی دیکھا اور انکار نہیں کیا۔ لہٰذا وہ صحاب رسول اللہ جو ابو ایوب کو قبر اطہر پر رُخسارے ملتے دیکھتے تھے اس الزام سے مبرا نہیں ہو سکتے۔ اور اُن کا بھی وہی حشر ہوگا جو حضرت ابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہوگا۔

کیونکہ مفتی صاحب کے فتوے کی چوہدری بہت وسیع ہے جس سے
باہر نکلنا دشوار نہیں بلکہ ناممکن ہے۔
علیٰ ہذا ابن عساکر نے بہ سند صحیح ابو درداء رضی اللہ عنہ سے
روایت کی ہے کہ جب حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملک شام
سے واپس آئے۔ فَاَتٰی قَبْرَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ
وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ یَبْکِیْ عِنْدَہٗ وَیُمَرِّغُ وَجْھَہٗ
عَلَیْہِ۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مزار پُر انوار
پر حاضر ہو کر رونا شروع کیا اور اپنا منہ قبر شریف پر ملتے تھے۔
اس روایت سے بھی حضرت بلال کا قبر انور پر بقدر سجدہ جھکنا
ظاہر ہو۔ اور تعجب یہ ہے کہ حضرت بلال کے ایمان و ایقان کا تذکرہ
مستند احادیث میں موجود ہے مگر مفتی صاحب کے خیال کے مطابق
اُن سے بھی (معاذ اللہ) یہ غلطی ہوئی کہ اس قدر سر جھکایا کہ قبرِ رسول پر
منہ ملتے تھے۔ اور یہ خیال نہ فرمایا کہ قریب رکوع جھکنا بھی داخل سجدہ
ہے اور سجدہ مطلقاً کفر ہے۔
اب ایمان تو ہمارا یہ کہتا ہے کہ حضرت بلالؓ سے ہرگز غلطی نہیں ہوئی
لیکن مفتی صاحب کے حکم قطعی کے مطابق اگر مان بھی لیا جائے کہ
حضرت بلالؓ سے فعل ممنوع کا ارتکاب ہوا تو صرف حضرت بلالؓ
ہی نہیں مجرم ہوتے ہیں بلکہ اُن کے ساتھ حاضر الوقت صحابہ بھی
ملزم قرار پائیں گے کہ خلاف شریعت یہ فعل دیکھا اور انکار نہیں

فرمایا۔ اور اکابر صحابہ کا موجود ہونا روایات معتبرہ سے ثابت ہو
لہذا سوائے اس کے چارہ نہیں کہ یا حضرت بلال رض کا بھی رسول اللہ
پر بقدر سجدہ جھکنا جائز قرار دیا جائے یا مفتی صاحب کا فتویٰ
اگر صحیح مانا جائے تو دیگر صحابہ کے واسطے بھی وہی حکم ہوگا جو رسول اللہ
کے خادم خاص اور عاشق صادق حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ
عنہ کے واسطے مفتی صاحب نافذ فرمائیں گے۔

اس سے زیادہ عجیب تر واقعہ یہ ہے کہ حضرت صدیق اکبر
نے بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشانی انور
کو بوسے دیئے۔ چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ
ماثبت بالسنۃ میں نقل فرماتے ہیں کہ جب رسول کریم علیہ التحیۃ
والتسلیم نے وفات پائی تو ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے
اور چہرۂ اقدس سے چادر اٹھائی اور وَانَبِیَّاہُ کہا اور سر
جھکا کر حضور کی پیشانی انور کو بوسہ دیا۔ پھر سر اٹھا کر وَاخَلِیلَاہُ
فرمایا۔ اور سر جھکا کر جبین پاک کو بوسہ دیا۔ پھر سر اٹھا کر
وَاصَفِیَّاہُ کہا اور سر جھکا کر پیشانی اطہر کو بوسہ دیا۔

اس روایت سے ظاہر ہوا کہ حضرت صدیق اکبر محبوب رب العالمین
کی پیشانی کو بوسہ دینے کیلئے ایک بار نہیں بلکہ متواتر تین مرتبہ
جھکے مگر تعجب یہ ہے کہ جو سابق الایمان بھی ہو۔ اور فائز بہ مرتبہ
صدیق بھی ہو۔ رسول اللہ کا ساتھی بھی ہو جس کو آج تک خطیب

افضل البشر بعد الانبیاء بھی کہتے ہوں۔ جس کا امیر المومنین خطاب بھی ہو۔ جتنی کہ رسول اللہؐ کا خلیفہ اور جانشین بھی ہو۔ ایسے مقدس اور ممتاز شخص نے تو رسول اللہؐ کی وفات کے بعد جبین پاک کو بوسہ دینے کے لئے تین مرتبہ سر جھکایا۔ اور مفتی صاحب یہ فرماتے ہیں کہ قریب بر کوع جھکنا بھی داخل سجدہ ہے اور سجدہ مطلقاً کفر ہے

اور سید مبارک العلوی الکرمانی المدعو بہ امیر خورد کتاب سیر الاولیاء میں لکھتے ہیں کہ میں نے حضرت سلطان المشائخ نظام الحق والدینؒ کے رسالے سے لکھا دیکھا کہ "قَالَ صُهَيْبٌ رَأَيْتُ عَلِيًّا يُقَبِّلُ يَدَ الْعَبَّاسِ وَرِجْلَهُ" یعنی حضرت صہیب صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ علیؓ کو سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ہاتھ اور پاؤں چومتے دیکھا۔

تیرہ سو برس کے بعد مفتی عزیز الرحمٰن صاحب نے حقیقت کفر یہ بیان فرمائی کہ قریب برکوع بھی جھکنا داخل سجدہ ہے اور سجدہ مطلقاً کفر ہے مگر مسلمانوں کا سرتاج اور صوفیوں کا حقیقی پیشوا جس کے ہاتھوں نے خدا کے گھر کو بتوں سے پاک کیا۔ جس نے ید اللہ اور اسد اللہ کا خطاب پایا۔ جس کے تبحر کی سند پر "اَنَا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا" کی مہر ثبت ہے جس کے فتوے خلفائے راشدین نے ہمیشہ منظور کیئے۔ اس برگزیدہ حق نے اپنے چچا عباس کے لئے تقبیل ارض کو جائز سمجھا۔ لہذا مفتی صاحب یا تو اپنے دعوے سے دست بردار

ہوں۔ یا بے خوف و خطر یہ فرمائیں کہ اس شخص علم و عمل سے بھی (معاذ اللہ) غلطی ہوئی۔ اور بجائے امیر المومنین کے وہی خطاب دیویں جو فقرائے احرام پوش کو دیا ہے۔

غرض روایات مذکورہ سے نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے اصحاب اجلہ کا قریب بر کوع اور بقدر سجدہ کے جھکنا بلکہ پاؤں چومنا ظاہر ہوگیا جو سجدہ تحیت کی اباحت اور استحباب کیواسطے کافی دلیل ہے کیونکہ علمائے اسلام تمامی مسائل شریعت انھیں اصحاب رسول اللہ کے افعال واقوال سے مستخرج کرتے ہیں اور اصول دین کا انھیں کو ماہر جانتے ہیں۔ مگر مفتی عزیز الرحمٰن صاحب کا یہ استدلال دیکھکر کہ قریب رکوع بھی جھکنا داخل سجدہ ہے اور سجدہ مطلقاً کفر ہے بے ساختہ شبہہ ہوتا ہے کہ شاید کفر اور ایمان کی حقیقت کو جیسا مفتی صاحب موصوف نے جانا ہے باوجود سابق الایمان ہونیکے اصحاب رسول اللہ بھی نہیں سمجھے یا اس کو دوسری لفظوں میں یوں کہا جائے کہ (معاذ اللہ) اصحاب رسول اللہ نے بھی مفتی صاحب کے حکم قطعی کے خلاف کیا اس لئے کہ مفتی عزیز الرحمٰن صاحب کا تو صاف صاف الفاظ میں یہ حکم ہے کہ سجدہ مطلقاً کفر ہے اور اسی اصول پر جناب مفتی صاحب نے فقرا کے بہت بڑے گروہ کو تکفیر کا خطاب مرحمت فرمایا ہے۔ مگر مشکوٰۃ اور ابوداؤد کی صحیح حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ اصحاب رسول مقبول قریب بر کوع بلکہ بقدر

Scanned with CamScanner

سجدہ جھکے بھی اور پابوسی بھی کی۔ اب مفتی صاحب کا فتوی اگر بطور کلیہ کے مان لیا جائے تو نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ حضرات صوفیہ کرام کی طرح یہ خدا کے پیارے اور مسلمانوں کے سرتاج بھی داخل تکفیر ہوئے۔ (نعوذ باللہ)

جناب مفتی عزیز الرحمن صاحب نے فقرائے احرام پوش کی تکفیر کیواسطے یہ حکم ایسا جامع صادر فرمایا ہے کہ نظر غائر سے دیکھا جائے تو اس ایک فتوے نے اسلام کے تیرہ سو برس کے دفتر کو درہم و برہم کر دیا۔ اور مسلمانوں کی قبائے ایمان کو اس طرح پرزے پرزے کیا کہ اب سوائے کفر کے اور کچھ نظر نہیں آتا اور ایک احرام پوش فرقے سے لیکر اصحاب رسول اللہ تک مفتی صاحب کے اس خود ساختہ کفر میں سب داخل ہو گئے۔

اس کو بھی ہم بہت غنیمت جانتے اگر مفتی صاحب کی اس تکفیر کا سلسلہ اصحاب رسول اللہ ہی تک پہونچ کر ختم ہو جاتا۔ لیکن غضب تو یہ ہے کہ اس تکفیر کا ہاتھ اور بھی آگے بڑھتا نظر آتا ہے چنانچہ منقول ہے کہ عثمان بن مظعون کی لاش کو خود حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بوسہ دیا۔ (مشکوۃ)

مفتی صاحب کی اس تکفیر کا سلسلہ اب انتہا تک پہونچ گیا۔ اور آپ کے اس اجتہادی اور محققانہ کلیہ کے اثر نے اس قدر ترقی کی کہ کسی گروہ اور کسی طبقہ کو نہیں چھوڑا۔ کیونکہ یہی ایک فتوی بلالحاظ

اور بغیر امتیاز کے اول سے آخر تک سب کو دامِ تکفیر میں گرفتار کر سکتا ہے۔ اب اگر ہم ایک مشہور شاعر کے ہم نوا ہو کر یہ شعر پڑھیں تو شاید کسی طرح بے محل اور ناموزوں نہ ہوگا۔

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں
تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے میں

البتہ فاضل مفتی صاحب اس قدر اور فرما سکتے ہیں کہ عثمان بن مظعون کی لاش کو بوسہ دینے کے لئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جھکنا تو ضرور اس روایت سے ظاہر ہوا۔ لیکن یہ فعل آپ کا اپنی ذات کے واسطے تھا جو کسی مصلحت پر مبنی ہوگا۔ عذر یہ ہے کہ آپ نے کسی کو قریب سجدہ جھکنے کی اجازت تو نہیں دی جس سے تقبیل ارض کا جواز ثابت ہوتا۔ تو بہت ممکن ہے کہ مفتی صاحب کے ہم خیال حضرات کو شبہہ ہو اور مذاق دیوبندی کے جوش میں سمجھیں کہ مفتی صاحب کی یہ دلیل معقول ہے تو انشا اللہ ہم یہ شک بھی رفع کئے دیتے ہیں۔

ہر چند یہ عذر بارد اصولاً قابل لحاظ نہیں کیونکہ شارع کا کسی فعل سے انکار نہ کرنا اور صرف خاموش رہنا اس فعل کے جواز کیواسطے کافی ہے چہ جائیکہ مشکوٰۃ کی روایت مذکورہ سے ظاہر ہوا کہ خود شارع علیہ السلام قریب سجدہ جھکے۔ اور ابن مظعون کی لاش کو بوسہ دیا اگر کسی دوسرے شخص کا یہ فعل ہوتا اور آپ دیکھ کر خاموش رہتے

تو بھی تقبیل ارض کا جواز ثابت ہوتا اگرچہ خود آپ نے تقبیل ارض فرمائی تو آپکے اس فعل سے علاوہ جواز قطعی کے ہمارے واسطے بخیال ادائے شکر یا بسبب محبت یا بنظر تعظیم جھکنا سنت ہو گیا۔ جیسا کہ سفر السعادت میں ہے کہ امام ابو یوسف رح اور امام محمد رح کے نزدیک سجدۂ شکر سنت ہے۔

لیکن قطع نظر اس کے مانعین تقبیل ارض کے اطمینان کیواسطے ہم مستند کتاب سے یہ صحیح روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف قریب سجدہ جھکنے کی نہیں بلکہ سجدہ کرنے کی اجازت دی۔ چنانچہ مشکوۃ کتاب الرؤیا صفحہ ۳۹۶ میں منقول ہے کہ "وَعَنْ اِبْنِ خزیمۃ ابن ثابت عن عمّہ اَبِی خزیمۃ اَنّہٗ رای فِیمَا یرَی النَّائِمُ اَنّہٗ سَجَدَ عَلٰی جَبْھَۃِ النَّبِیِّ صلی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَہٗ فَاضْطَجَعَ لَہٗ وَقَالَ صَدِّقْ رُؤْیَاکَ فَسَجَدَ عَلٰی جَبْھَتِہٖ" یعنی ابو خزیمہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ میں نے سوتے میں خواب دیکھا ہے کہ آپ کے جبہہ مبارک پر سجدہ کرتا ہوں۔ پس آنحضرت لیٹ گئے اور فرمایا کہ اپنا خواب سچا کرو۔ پس میں نے سجدہ کیا آپ کی جبین اقدس پر۔

اس حدیث کے راوی ابی خزیمہ بن ثابت ہیں جن کا اصحاب

اجلہ میں شمار ہے۔ اور خزیمہ بن ثابت کی ثقاہت اسی سے ظاہر ہے کہ آپ کی شہادت دو شہادتوں کے برابر ہے۔ چنانچہ مشکوۃ کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ "خزیمہ بن ثابت صحابی مشہور است۔ وآں را ذوالشہادتین می گویند۔ ونام او عبد اللہ یا عمارہ۔ وابوخزیمہ نیز صحابی انصاری ست"۔

الحمدللہ کہ اس حدیث سے ایک ممتاز صحابی کا جبین اقدس پر سجدہ کرنا اور ادائے سجدہ کے لئے رسول اللہ کا اجازت دینا ظاہر ہو گیا اور صرف اجازت ہی نہیں دی بلکہ جب آپ کو معلوم ہوا کہ ابوخزیمہ نے یہ خواب دیکھا ہے تو ابوخزیمہ کی خاطر یہ اہتمام فرمایا کہ آپ لیٹ گئے۔ تاکہ جبین مبارک پر وہ سجدہ کر سکیں۔ پھر ارشاد ہوا کہ جو خواب دیکھا ہے اُس کو سچا کرو۔ یعنی میری جبیں پر سجدہ کرو۔ تب ابوخزیمہ نے سجدہ کیا۔ لہذا اس واقعہ سے سجدۂ تعظیم کا جواز ثابت ہو گیا۔

لیکن ناظرین کے مزید اطمینان کے واسطے اس حدیث کا ترجمہ ہم ایک مشہور محدث کی شرح سے نقل کرتے ہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ حضرات محدثین کے نزدیک ابوخزیمہ کا یہ فعل مذموم نہیں ہے بلکہ محمود ہے اس لئے کہ اس واقعہ کے حوالے سے فتویٰ دیا ہے جو اس حدیث کی صحت کیلئے بھی کافی دلیل ہے چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ میں لکھتے

ہیں کہ چنانکہ گفت۔ عَنْ عَمِّہٖ اَبِیْ خُزَیْمَۃَ اَنَّہٗ رَأَی فِیْمَا یَرَی النَّائِمُ اَنَّہٗ سَجَدَ عَلٰی جَبْھَۃِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ ابوخزیمہ انصاری می گوید کہ وے در خواب دید کہ سجدہ کردہ است بر جبہہ آنحضرتؐ فَاَخْبَرَہٗ پس خبر کرد۔ آنحضرتؐ را و عرض کرد ایں خواب را بہ وے۔ فَاضْطَجَعَ لَہٗ۔ پس بر پہلو افتاد آنحضرتؐ برائے خاطر ابوخزیمہ۔ تا سجدہ بر جبہہ میسر گردد۔ فَقَالَ۔ پس گفت آنحضرتؐ صَدِّقْ رُؤْیَاکَ۔ راست گردال خواب خود را کہ دیدہ و سجدہ کن بر جبہہ من فَسَجَدَ عَلٰی جَبْھَتِہٖ۔ پس سجدہ کرد ابوخزیمہ بر جبہہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ (رواہ فی الشرح السنۃ)

اس کے بعد محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے اس حدیث کے حوالے سے اپنی رائے لکھتے ہوئے یہ ارقام فرمایا کہ محدث طیبی کی بھی یہی رائے ہے وہو ہذا۔

"و ایں حدیث دلیل است بر استحباب عمل بر رؤیا۔ یا در یقظہ اگر از طاعت باشد چنانکہ در خواب بیند کہ روزہ داشتہ یا نماز گذاشتہ یا تصدق کردہ یا مرد صالح را زیارت کردہ و ہر چہ مانند آنست۔

(کذا قال الطیبی)

محدث دہلوی علیہ الرحمہ کا آخری فتوی جس طرح صحت حدیث کے لئے کافی دلیل ہے اسی طرح اس سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ حضرت

ابو خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خواب کے مطابق سجدہ کرنا مستحب اور از قبیل طاعت تھا مثل نماز روزہ و تصدق و زیارت مردصالح کے۔ مگر جس سجدہ کو محدث دہلوی نے مستحب اور از قبیل طاعت فرمایا ہے۔ اس کو مفتی عزیز الرحمٰن صاحب اپنے تہر کے جوش میں فرماتے ہیں کہ سجدہ مطلقاً کفر اور مرتکب اس کا کافر ہے۔

اب سوائے اس کے چارہ نہیں کہ مفتی صاحب کے سامنے صاف صاف الفاظ میں اقرار کریں کہ بے شک سجدۂ شکر و تحیت کو ہم مباح اور مستحب بلکہ سنت جانتے ہیں اور جھکنا اور پابوسی کرنا بغیر خیال عبادت ہرگز ممنوع نہیں سمجھتے۔ اور بخوشی و رغبت اس کو بھی منظور کرتے ہیں کہ ہمارا حشر و نشر انھیں حضرات کے ساتھ ہو۔ اور خدا انھیں کی اتباع و محبت میں ہم کو مصروف رکھے جنھوں نے سجدۂ تحیت کو مباح سمجھا اور خود بھی کیا اور آپ اور آپکے پیشوا اجناب قہستانی کو اختیار ہے کہ جس کو چاہیں تکفیر کا خطاب دیں اور جو مشرب مناسب معلوم ہو اسپر عمل فرمائیں۔ مگر اسکا بھی خیال رہے کہ قیامت کا دن بھی قریب ہے لیکن ایسا نہ ہو کہ مسلمانوں اور مسلمانوں کے بڑے بڑے پیشواؤں کو علانیہ کافر کہنا کچھ رنگ نہ لائے۔ کیونکہ ترمذی میں سمرہؓ بن جندب سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ایک دوسرے پر لعنت نہ کرو۔ اور نہ کسی پر خدا کا غضب ڈھاؤ اور نہ کسی کو دوزخی

کہو۔ (ترمذی و ابوداؤد)

اور ابو مسلم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی کو کافر کہکے پکارے یا اللہ کا دشمن بتلائے حالانکہ وہ ایسا نہ ہو تو وہ کلمۂ کفر اسی پر رجوع کرتا ہے۔ (رواہ البخاری و مسلم)

لیکن مفتی عزیز الرحمٰن صاحب کی خدمت میں ایک بات عرض کرنا اور باقی ہے۔ وہ یہ کہ آپ نے جو سجدہ کو مطلقاً کفر اور مرتکب سجدے کو کافر ٹھہرایا جس کے روسے عام مسلمان اور اُن کے جملہ پیشوا دائرۂ اسلام سے خارج ہو سکتے ہیں۔ یہاں تک بھی غنیمت تھا مگر آپ نے اس کے بعد جو حکم صادر فرمایا ہے وہ بہت اہم اور دشوار ہے کیونکہ اس عالمگیر تکفیر کے اثر سے شاید دو چار مسلمانوں کا ایمان کسی طریقے سے بچتا بھی تو دوسرا حکم آپ کا ایسا جامع ہے کہ اب ہزار تاویل کریں مگر ایک شخص کا بھی ایمان بچے یہ بہت مشکل معلوم ہوتا ہے اور اب ہرگز ایماندار ہونے کا دعویٰ کوئی نہیں کر سکتا۔ اس لئے کہ آپ تکفیر کا حکم قطعی دینے کے بعد یہ فرماتے ہیں کہ "اُن کے ساتھ ارتباط و اختلاط محبت۔ وداد حرام و ناجائز ہے"، حالانکہ آپ کا یہ فرمان اصول شریعت اور مذہب ائمہ اسلام ہی کے منافی نہیں ہے۔ بلکہ حضرت خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طریق و سنت کے صریح خلاف ہے،

لہذا طبقۂ اسلام میں مرتکب سجدۂ تحیت کے ساتھ ارتباط و اختلاط محبت و وداد کے جواز اور عدم جواز کی اگر تشریح کی جائے تو بہت طوالت ہوگی اس لئے ہم آپ کو نہایت اختصار کے ساتھ یہ دکھاتے ہیں کہ مرتکبین سجدۂ تحیت کا تو کیا ذکر ہے۔ شریعت اسلام نے ہم کو یہاں تک اجازت دی ہے کہ ایسا کافر جس کا کفر نص صریح سے ثابت ہے اس کے ساتھ بھی ارتباط و اختلاط جائز ہے۔

اس کی نسبت ہم زیادہ بحث نہ کریں گے بلکہ ایک ایسی صحیح حدیث نگارش کرتے ہیں جو اس مسئلہ کیلئے بطور کلیہ کے اور ہمارے دعوے کیواسطے قطعی دلیل ہے چنانچہ صاحب سفر السعادت نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلعم ایک یہودی کی عیادت کو تشریف لے گئے۔ لیکن ہم اس حدیث کو شرح سفر السعادت مصنفہ شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی سے یہاں نقل کرتے ہیں۔

"بخاری و ابوداؤد از انس رض آوردہ اند کہ پسرے بود از یہود کہ خدمت می کرد پیغمبر را صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پس بیمار شد پس آمد آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بہ عیادت وے۔"

یہ حدیث کا پہلا حصہ ہے جس سے حضور سرور عالم کا عیادت یہود کے واسطے جانا ثابت ہوا جو عین ارتباط دمحبت کی دلیل ہے۔ چنانچہ خود محدث دھلوی نے اس

حدیث کو ختم کرنے کے بعد لکھا ہے کہ "ازیں حدیث معلوم شد کہ استخدام کافر درست است و عیادت کافر جائز است۔
(شرح سفر السعادت صفحہ ۲۴۹)

اور کتاب مظاہر حق میں نواب قطب الدین خاں صاحب اس حدیث کی شرح میں یہ تحریر فرماتے ہیں "اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جائز ہے خدمت گرانی کافر ذمی سے اور جائز ہے عیادت اس کی۔"

اور کتاب خزانہ میں لکھا ہے کہ "یہود کی عیادت میں مضائقہ نہیں اور علما کا اختلاف ہے مجوسی اور فاسق کی عیادت میں اور صحیح تر یہ ہے کہ مضائقہ نہیں۔

اب جناب مفتی صاحب یہ ارشاد فرمایئے کہ اس مسئلہ میں آپ کی تقلید مناسب ہے یا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت ہم کو لازم ہے یا معاذ اللہ یہ سمجھا جائے کہ خود رسول اللہ نے بھی آپ کے قول کی مخالفت کی اور توبہ توبہ فعل حرام و ناجائز کے مرتکب ہوئے۔ لیکن ہم بحالت صحت نفس اور ثبات عقل اقرار کرتے ہیں بلکہ لکھے دیتے ہیں کہ واللہ ہم کو آپ کی تقلید ہرگز ہرگز منظور نہیں ہے اور انشا اللہ بقدر حیثیت اخلاق رسول اللہ کا اتباع کریں گے۔ اور کبھی ارتباط و اتحاد کو حرام و ناجائز نہ سمجھیں گے۔

حالانکہ مشکوٰۃ اور سفر السعادت کی ان صحیح حدیثوں سے بخوبی ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عثمان بن مظعون کی لاش کو بوسہ بھی دیا اور یہودی کی عیادت کو بھی گئے اور دونوں واقعات ایسے ہیں کہ اب اور کسی دلیل کی ضرورت نہیں مگر چونکہ جناب سرور عالم کے یہ دونوں فعل ایسے ہیں جو مفتی عبدالرحمن صاحب کے حکم قطعی کے صریح خلاف ہیں۔ اس وجہ سے خیال ہوتا ہے کہ شاید ہمارا یہ استدلال بھی جناب مفتی صاحب کے دل پر کچھ اثر نہ کرے کیونکہ حضرات علماء دیوبند تو پہلے ہی سے رسول اللہ کے بے مثل ہونے کے قائل نہیں ہیں اگر اسوقت بھی ہمارے فاضل مفتی صاحب اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ۔ کا حوالہ دیکر یہ فرمائیں کہ رسول اللہ بھی مثل ہمارے ایک بشر تھے اور اُن سے اس مسئلہ میں فاش غلطی ہوئی اور بڑا سبب غلطی ہونیکا یہ دکھائیں کہ وہ اُمی محض تھے اور ہم سند یافتہ عالم اور دستار بند فاضل اور دارالعلوم دیوبند کے مفتی اور زینت مسند قضا ہیں تو مفتی صاحب کے اس خیال کا کیا علاج ہو سکتا ہے اور نہ اس صریح واقعہ سے ہم انکار کر سکتے ہیں کہ رسول اللہ اُمی نہ تھے اسواسطے اب ایسے قوی ثبوت کی ضرورت معلوم ہوتی ہے جس میں نہ تاویل و تنقید کی گنجائش ہو اور نہ کسی کو انکار کی جرأت ہو بلکہ چار و ناچار مفتی صاحب بھی جس کو منظور فرمائیں۔

لہذا رسول اللہ سے زیادہ افضل بلکہ رسول اللہ کا خالق اور معبود جو بشریت سے بھی مبرا اور سہو و نسیان سے بھی مبرا ہے اُس کا فعل سنداً ہم پیش کرتے ہیں کہ جس محبت و وداد کو مفتی صاحب نے حرام و نا جائز فرمایا ہے وہ خاص سنت الٰہی ہے۔ چنانچہ اسمیں شاید کسی کو عذر نہ ہوگا کہ گنہگار فاسق۔ فاجر۔ کافر مشرک بندوں کے ساتھ بھی اگر ماں باپ سے زیادہ اور بلا غرض اور لازوال محبت ہے تو خالق حقیقی جل جلالہ کو ہے کیونکہ وہ رزاق مطلق ایک قطعی کافر کی بھی اُسی طرح خبر گیری کرتا ہے۔ جس طرح ایماندار بندوں کو روزی پہونچاتا ہے جس کی تعریف میں آج سے چھ سو برس پیشتر سعدی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ "تو کہ با دشمناں نظر داری"

غرض ہر ایک ملحد۔ مرتد۔ کافر۔ زندیق کو پرورش کرنیوالا اور بحیثیت خالق اور خداوند ہونے کے سب کی نگہداشت اور سب کے ساتھ سچی اور بے غرض محبت کرنے والا اگر کوئی ہے تو ذات حضرت واحدیت ہے لہذا مفتی صاحب کو اختیار ہے کہ جس طرح آپ کے بڑوں نے اپنی علمی قابلیت کا یہ ثبوت دیا ہے کہ امکان کذب باری تعالیٰ ثابت کیا ہے آپ اس کا بھی الزام خداوند عالم کو دیں کہ ہمارے فتوے کے خلاف وہ

کافروں کی پرورش اور نگہداشت کرتا ہے اس لئے (معاذ اللہ) وہ فعل حرام و ناجائز کا مرتکب ہوا۔ اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا۔

مفتی صاحب کا یہ فتوے دیکھکر صاف طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مفتی صاحب کے وہم و خیال کا جہاں تک گذر ہو سکتا ہے وہاں تک آپ کے اس اجتہادی فتوے کا بھی اثر پہونچ سکتا ہے۔ یہ کلیہ ایسا جامع ہے کہ خاطی اور غیر خاطی کا بھی فرق و امتیاز کرنے کی ضرورت نہیں۔ اور یہ خیال کرنے کی بھی چنداں حاجت نہیں کہ کس کی ہدایت کا ہم کو حق حاصل ہے اور کس کی شان میں زبان ہلانے کی بھی مجال نہیں۔ مفتی صاحب کی تحقیق و ذہانت کا یہ عجیب کرشمہ ہے کہ اگر آپ کے اس فتوے پر عمل کیا جائے تو فقرائے احرام پوش کے ساتھ تمامی مسلمان اچھے بُرے چھوٹے بڑے دوست۔ دشمن سب کو دام تکفیر میں گرفتار کر سکتے ہیں۔ اس موقع پر خواجہ وزیر کا یہ شعر یاد آتا ہے۔

دیکھا جسے۔ گھائل کیا۔ تاکا جسے۔ مارا
اُس آنکھ سے ڈریئے جو خدا سے نہ ڈری آنکھ

کاش مفتی صاحب ایسا جامع اور وسیع المعنی فتوے نہ دیتے اور کوئی دوسرا جرم تلاش فرما کر ایک فرقۂ احرام پوش ہی کو کافر مشرک ملعون۔ مردود بناتے تو بھی مضائقہ نہ تھا

اس لئے کہ یہ خاکساران ہند مفتی صاحب کے اس معقولانہ ارشاد سے شاید رنجیدہ اور ناخوش بھی نہ ہوتے۔ کیونکہ جو لوگ دنیا کی دولت ثروت۔ عیش۔ راحت کو خیرباد کہتے ہیں۔ وہ لوگ عزت۔ ذلت نیک نامی۔ بدنامی۔ توہین۔ توصیف کو برابر جانتے ہیں۔ خصوصًا ملامتی مشرب والے تو ہمیشہ کوچۂ رسوائی میں رہتے ہیں۔ اور اگر اُن کو سمجھاؤ تو کہتے ہیں۔

گرچہ بدنامی ست نزد عاقلاں
مانمی خواہیم ننگ و نام را

لیکن افسوس اس کا ہے کہ مفتی صاحب نے جس اسلام کی تائید و حمایت میں قلم اُٹھایا اُس کو کوئی فائدہ نہ ہوا اور جس طرح نادان دوست باعث تکلیف و نقصان ہوتا ہے اُسی طرح مفتی صاحب کے ہاتھ سے اسلام کے پہلو کو یہ ایسا ناقابل برداشت صدمہ پہونچا کہ آج تک کسی دشمن اسلام کے ہاتھ سے بھی اسلام اور اہل اسلام کی نہ ایسی توہین ہوئی اور نہ ایسی بدنامی۔ اور چونکہ ایک معزز مسلمان بھائی اور معتقد ہم مذہب کے ہاتھ سے یہ صدمہ پہونچا ہے تو اب سوائے اس کے اور کیا کہہ سکتے ہیں۔

ہر کس از دست غیر نالہ کند
سعدی از دست خویشتن فریاد

اس سے زیادہ بدقسمتی اور کیا ہو سکتی ہے کہ ایک مسلمان عالم نے بغیر تحقیق و تدقیق ایسا فتویٰ دیا کہ فرقہ احرام پوش کے ساتھ جملہ مسلمان دائرۂ اسلام سے خارج ہوئے جاتے ہیں اور صرف اُن کی تکفیر ہی نہیں کی گئی بلکہ وہ ایسے مجرم قرار پائے کہ اُن کے ساتھ ارتباط و اختلاط و محبت و وداد حرام و ناجائز ہو گیا۔

معلوم نہیں اس میں کیا مصلحت تھی کہ مفتی صاحب نے اصول شریعت کے خلاف مسلمانوں کی تکفیر میں اس قدر عجلت فرمائی حالانکہ علمائے معتبرین نے صاف صاف لکھدیا ہے کہ مسلمان کی تکفیر میں تامل اور احتیاط بلیغ کرنا چاہیئے چنانچہ علامہ علی قاریؒ شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں کہ علمائے کفر کے مسئلہ کے متعلق لکھا ہے کہ جب کسی سوال میں ننانوے ۹۹ احتمال کفر کے ہوں اور فقط ایک احتمال ایسا ہو جس سے کفر کی نفی ہو سکے تو مفتی اور قاضی پر لازم ہے کہ وہ اس احتمال پر عمل کرے جو نافیٔ کفر ہو۔ کیونکہ غلطی سے ہزار کافروں کو حلقۂ اسلام میں داخل کرنے کی نسبت فقط ایک مسلمان کو حلقۂ اسلام سے خارج کر دینا زیادہ آسان ہے یعنی ہزار کافروں کو غلطی سے مسلمان کہنے میں اتنا ہرج نہیں ہے جس قدر کہ ایک مسلمان کو حلقۂ اسلام سے خارج کرنے میں ضرر و نقصان ہے۔

مگر مفتی عزیز الرحمن صاحب نے اس اصول شریعت پر ذرا توجہ نہیں فرمائی۔ اور علامہ علی قاری کے اس قول کے خلاف مسلمانوں کے بہت بڑے اور کثیر التعداد گروہ کو علانیہ تکفیر کا خطاب مرحمت فرمایا اور اگر مفتی صاحب کے قائم کردہ کلیہ پر غور کیا جائے تو جملہ مسلمان دائرۂ اسلام سے خارج نظر آتے ہیں۔ حالانکہ حضرت امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ نے تو صاف صاف یہ فرما دیا ہے کہ اہل قبلہ کافر ہو ہی نہیں سکتا۔ مگر ہمارے بعض مفتی صاحب نے اس کا مطلق خیال نہیں کیا اور بے دھڑک مسلمانوں کو ملعون بھی کہدیا اور کافر اور مشرک بھی بنا دیا حتیٰ کہ اُن کے ساتھ ارتباط و اختلاط وغیرہ کو بھی حرام و ناجائز کر دیا۔

اگر مفتی صاحب نے اپنے اجتہاد کو فقہائے متقدمین کے اقوال پر ترجیح دی تھی اور اُن کی رائے کو بے وقعت سمجھا تھا تو ہم یہ عرض کریں گے کہ مفتی صاحب نے اس کا بھی لحاظ نہ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صریح الفاظ میں ممانعت فرمائی ہے کہ کسی مسلمان کی تکفیر نہ کرو۔ چنانچہ عبداللہ ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ مسلمان کو بُرا کہنا فسق ہے اور اُس کا قتل کرنا کفر ہے۔

(رواہ البخاری ومسلم)

اور زید بن ارقمؓ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے گناہگار موحدوں کو جنت یا دوزخ میں داخل نہ کرو۔ اور اللہ کے بندوں کا اُن کے رب کے بغیر محاسبہ نہ کرو۔ (رواہ الطبرانی فی الکبیر)

اور حضرت انس سے مروی ہے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص ہماری طرح نماز پڑھے اور ہمارے قبلہ کی طرف متوجہ ہو اور ہمارا ذبیحہ کھائے وہ مسلمان ہے۔ اُس کے لئے اللہ اور اُس کے رسول کا ذمہ ہے۔ سو اُس کے ذمے میں اللہ کا عہد نہ توڑو (رواہ البخاری)

ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مومن کی یہ شان ہے کہ وہ طعنے دینے والا لعنت کرنیوالا فحش گو زبان دراز نہ ہو۔

(رواہ الترمذی وقال حدیث حسن)

ان حدیثوں میں صاف صاف ہمارے رحمۃ اللعالمین نے فرمادیا ہے کہ جو ہمارے قبلہ کی طرف متوجہ ہو۔ ہماری طرح نماز پڑھے ہمارا ذبیحہ کھائے وہ مسلمان ہے۔ میری اُمت کے گنہگاروں کو دوزخی نہ کہو۔ طعنے نہ دو۔ لعنت نہ کرو۔ لیکن مفتی عزیز الرحمن صاحب نے مسلمان سمجھنے کے لئے نہ اُن میں سے کوئی شرط قبول کی اور نہ ملعون اور مردود کہنے سے باز آئے بلکہ کفر اور اسلام میں فرق سمجھا تو اسی قدر کہ سلام کرنے میں

قریب رکوع بھی جھکنا سجدہ ہے اور سجدہ مطلقاً کفر ہے۔

احادیث مذکورہ سے بھی زیادہ واضح اور نہایت صراحت کے ساتھ نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے یہاں تک فرمادیا ہے کہ میری اُمت میں جو گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوں اُن کو بھی کافر نہ کہو۔ چنانچہ واثلہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اپنے اہل ملت کی تکفیر نہ کرو اگرچہ وہ کبائر کے مرتکب ہوں۔ رَوَاہُ ابن النجار وَاَخْرَجَہٗ الطبرانی فِی الاوسط عن عائشۃ اُمِّ المُؤْمِنِیْنَ فِیْ مَعْنَاہُ۔

باوجودیکہ اس حدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ نے صریح طور پر ممانعت فرمائی ہے کہ مرتکب کبیرہ کی بھی تکفیر نہ کرو مگر کبیرہ اور صغیرہ کا فرق وامتیاز کیا مفتی صاحب نے تو بغیر تحقیق و تفتیش کے ہزارہا مسلمانوں کو علانیہ کافر کہدیا اور اسپر طرّہ یہ ہے کہ اُن مسلمانوں کی تکفیر کے واسطے جزئیہ ایسا قائم فرمایا ہے جس میں ہنوز اختلاف ہے اور اُن مسلمانوں کا جرم یہ تجویز کیا ہے کہ وہ تقبیل ارض یعنی قدمبوسی کرتے ہیں جس کو بعض علمائے کرام نے مباح بعض مجتہدین عظام نے مستحب حتیٰ کہ امام ابو یوسف ؒ و امام محمد رہ نے مسنون فرمایا ہے۔ (ببیں تفاوت رہ از کجا است تا بہ کجا)

بجائے لحاظ اور پاسداری کے مفتی عزیز الرحمٰن صاحب نے

اپنے علم اور اجتہاد کے جوش میں ایسا حکم صادر فرمایا کہ بظاہر تو ایک فرقہ کی تکفیر ہے لیکن غور کرنے سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جملہ مسلمانوں کی تقدیر کا فیصلہ ہو گیا اور مفتی صاحب کے قلم کی ایک جنبش نے سب کو اسلام اور ایمان سے بے دخل کر دیا۔
اگر مفتی صاحب کو یہی منظور تھا کہ علامہ قہستانی کے قیاس کو جملہ مجتہدین متقدمین کے اجتہاد پر ترجیح دیں۔ اور احادیث نبوی کی تعمیل بھی غیر ضروری سمجھیں اور اس کا یہی شوق تھا کہ مسلمانوں ہی کی تکفیر کریں تو کم سے کم اتنی احتیاط کرنا تو لازم تھا کہ پہلے تحقیقات فرماتے اور جب گواہان عادل کی شہادت سے یہ جرم ثابت ہو جاتا کہ فلاں فلاں شخص سنت بزرگان دین بجا لاتا ہے یعنی پیر کی قدمبوسی کرتا ہے۔ اسوقت نام بنام انھیں مجرموں کے حق میں آپ یہ فرما سکتے تھے کہ علامہ قہستانی کے قیاس کے مطابق ان مسلمانوں کی تکفیر کا فتوی دیتا ہوں۔
ایسی حالت میں نہ کوئی اعتراض کرتا اور نہ جناب کی عبائے تقدس کے شفاف دامن میں یہ بدنما دھبہ لگتا کہ اُس کثیر التعداد گروہ کی تکفیر کر دی جس کے افراد کو نہ کبھی دیکھا ہے نہ جن کے عادات سے واقف ہیں۔
حالانکہ سجدہ کا مسئلہ اسا بیّن اور واضح ہے کہ معمولی طالب علم سے بھی اس میں غلطی نہیں ہو سکتی۔ مگر ہمارے

فاضل مفتی صاحب نے صرف اسی پہلو کو دیکھا کہ سجدہ از قسم عبادت ہے جو خدا ہی کے واسطے مخصوص ہے اور یہ غور نہ فرمایا کہ مجرد سجدہ عبادت نہیں ہے جب عبادت کی نظر سے کیا جائے گا تو عبادت ہے اور جب تحیت اور شکر کی نظر سے کیا جائے گا تو تحیت ہے اور سجدۂ عبادت ایسی حالت میں ہوتا ہے کہ جب مسجود کے الٰہ ہونیکا ساجد کے دل کو یقین ہو اور اگر یہ جھکنا تعظیم اور تحیت اور شکر کے خیال سے ہو تو غیر خدا کے واسطے بھی جائز ہے اور اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ بزرگان دین جو اصول اسلام سے کما حقہ واقف تھے بلکہ جنکو اسلام کی جان کہنا چاہیئے۔ کبھی اپنے مخدوم کے آگے سر نہ جھکاتے اور نہ اُن کے مخدوم اُن کا سر جھکانا اور زمین بوسی اور پابوسی کرنا پسند فرماتے۔ کیونکہ علاوہ روحانیت اور حقانیت اور علوم باطنی اور دید اور یافت اور فیضان الٰہی سے مستفیض ہونیکے ان حضرات کا علم بھی مفتی عزیز الرحمٰن صاحب کے علم سے اور ان بزرگوں کی تحقیق بھی مفتی صاحب کی تحقیقات سے بدرجہا وسیع تھی اور شاید اس میں بھی کسی کو عذر نہ ہوگا کہ یہ مقبولان بارگاہ احدیت کفر و ایمان کی حقیقت کو مفتی صاحب سے زیادہ جانتے تھے۔ پس اگر مجرد سجدۂ عبادت خدا ہی کیواسطے مخصوص ہوتا تو یہ حضرات نہ سجدۂ تحیت کو مباح اور مستحب جانتے نہ سجدۂ شکر کو امام ابویوسف اور امام محمدؒ مسنون فرماتے۔

اب باوجودیکہ حضرات علمائے عظام نے سجدۂ تحیت کو مباح اور مستحب اور مسنون بھی فرمایا اور حضرات صوفیۂ کرام نے سجدۂ تحیت خود بھی کیا اور مریدین سے بہ تاکید سجدۂ تحیت کرایا بھی جیسا اوپر ثابت ہوا۔ لیکن ان جملہ دلائل اور اسناد کے قطع نظر اگر مفتی عزیز الرحمٰن صاحب کا یہ فتوے مان بھی لیا جائے کہ سجدہ مطلق کفر اور مرتکب سجدۂ تحیت کی تکفیر میں کوئی شبہہ نہیں اور ہزاروں عالموں اور لاکھوں مقدس صوفیوں کو (توبہ توبہ) کافر اور مشرک بھی سمجھ لیا جائے اور خیال کر لیا جائے کہ بشریت کیوجہ سے یا دوسری لفظوں میں یہ کہا جائے کہ ان لوگوں سے غلطی ہوئی کہ مفتی عزیز الرحمٰن صاحب کی محققانہ رائے کے خلاف عمل کیا اسوجہ سے تکفیر کے سزاوار ہوئے تو میں یہ عرض کروں گا کہ انبیاء علیہم السلام نے جو غیر خدا کو سجدہ کیا تو اُن کو کیا کہا جائیگا۔ سوائے اس کے کہ یا تو اسلام کا اصول اور خدا کا حکم مانا جائے یعنی یہ سمجھا جائے کہ انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں اور خدا اُن کا محافظ ہے تو یہ کہنا پڑے گا کہ سجدۂ تحیت غیر خدا کیواسطے بھی جائز ہے۔ یا مفتی صاحب کے حکم کی تعمیل کی جائے تو بعض نبی اور بعض پیغمبر بھی کافر ہوتے ہیں اور (معاذ اللہ) اُن کی تکفیر کا اقرار کرنا ہوگا۔

چنانچہ مولانا روم علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ جب حضرت یحییٰ و حضرت عیسیٰ علیہما السلام شکم مادر میں تھے تو باہم ایک نے دوسرے کو سجدہ کیا۔ (دفتر دوم)

مادر یحییٰ چو حامل بود از و — بود با مریم نشستہ رو برو
مادر یحییٰ بمریم در نہفت — پیشتر از وضع حمل خویش گفت
کہ یقیں دیدم درون تو شہے ست — کہ اولوالعزم و رسول آگہے ست
چوں برابر اوفتادم با تو من — کرد سجدہ حمل من اے ذوالفطن
ایں جنیں مر آں جنیں را سجدہ کرد — کز سجودش در تنم افتاد درد
گفت مریم من درون خویش ہم — سجدہ دیدم زطفلم در شکم

اشعار مذکورہ سے صاف ظاہر ہے کہ یحییٰ علیہ السلام نے شکم مادر میں عیسیٰ علیہ السلام کو اور عیسیٰ علیہ السلام نے یحییٰ علیہ السلام تعظیماً سجدہ کیا۔ اب اگر مفتی عزیز الرحمٰن صاحب کے فتوے پر عمل کیا جائے تو ایک مقدس نبی اور ایک اولوالعزم پیغمبر کی بھی (معاذ اللہ) تکفیر ہوتی ہے جو اصول اسلام کے صریح خلاف ہے اور ان معصومین انبیاء علیہم السلام کی نسبت کفر کا خیال کرنیوالا بھی کافر ہے۔

لیکن حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ کا یہ قصہ چونکہ اس وقت کا ہے جب دونوں حضرات شکم مادر میں تھے۔ اور اس وقت یہ استدلال بھی مثنوی سے کیا ہے تو شاید مفتی صاحب یہ

فرمائیں کہ انسان تو تا بلوغ مکلف شریعت نہیں ہوتا اور یہ دونوں تو شکم مادر میں تھے لہذا ان کی سند نہیں ہے اور استدلال کی نسبت یہ عذر کریں کہ گو مولانا روم کا معتبرین علما میں شمار بھی ہے اور ان کی مثنوی بھی مستند ضرور ہے کہ جس کی شرح پہلے تو جناب مولانا امداد اللہ صاحب مہاجر علیہ الرحمہ نے کی اور اب مولانا اشرف علی صاحب نے اس کی شرح اردو میں اپنا وقت عزیز صرف کیا ہے مگر تاہم مثنوی ہے اس لئے بحث مسائل شریعت میں مثنوی کے اشعار سے استدلال کرنا ہم حجت نہیں سمجھتے

لہذا اس کا بھی اطمینان ہم کرتے ہیں اور اب یہ دکھلاتے ہیں کہ ایک معمر نبی نے بالغ اور جوان نبی کے آگے سجدہ تعظیمی کیا۔ اور نبی مسجود نے بھی ان کے سجدہ تحیت کو قبول کیا اور اس کو خدا کا وعدہ فرمایا۔ اور اس کا استدلال بھی بندوں کی کسی کتاب سے نہ کریں گے بلکہ خدائے برتر کا کلام اس بارہ میں پیش کریں گے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام کو سجدہ تعظیمی کیا۔ چنانچہ جل جلالہ نے سورہ یوسف میں ارشاد فرمایا ہے کہ وَرَفَعَ اَبَوَیۡهِ عَلَی الۡعَرۡشِ وَخَرُّوۡا لَهٗ سُجَّدًا۔ یعنی یوسف علیہ السلام نے ماں باپ کو تخت پر بٹھایا اور انھوں نے یوسف علیہ السلام کو سجدہ کیا۔ اور جب یوسف علیہ السلام نے ماں باپ کو

سجدہ کرتے دیکھا تو اس کو خدا کے احسانات میں شمار کیا چنانچہ اسی کے بعد ارشاد ہوتا ہے کہ "قَالَ یٰاَبَتِ هٰذَا تَاْوِیْلُ رُءْیَایَ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّیْ حَقًّا" یعنی حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا کہ اے باپ یہ میرے خواب کی تعبیر ہے جس کو پروردگار عالم نے سچ کر دیا۔

اب وہ عذر بھی نہ رہا بلکہ ایک ضعیف اور سن رسیدہ نبیؑ کا دوسرے نبی کے آگے سجدۂ تحیت کرنا کلام الٰہی سے ثابت ہو گیا۔ لہذا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب کو چاہیئے کہ بقول سعدی علیہ الرحمۃ "یک کار ازیں دو کار می باید کرد" پر عمل فرمائیں کہ یا تو علامہ قہستانی کے اس قول سے کہ سجدہ مطلقاً کفر ہے حذر کریں اور اس کو خلاف مذہب ائمہ اسلام اور صوفیۂ کرام تصور کریں اور سجدۂ تحیت و تعظیم کے جواز کا اقرار فرمائیں۔ یا ان دونوں مقدس اور ابرار نبیوں کو بھی فرقۂ احرام پوش کی طرح (معاذ اللہ) تکفیر کا خطاب دیں۔

لیکن ایک شبہ یہ ہوتا ہے کہ شاید ہمارا یہ استدلال بھی مفتی صاحب کے پسند نہ آئے کیونکہ جس طرح مفتی صاحب بڑے اور بزرگ علما نے رسول اللہ کی بے مثلی میں عذر کیا ہے اور رسول اللہ کے وسعت علم پر ابلیس کے وسعت علم کو ترجیح

Scanned with CamScanner

دی ہے تو ممکن ہے کہ مفتی صاحب بھی یہ فرمائیں کہ ہم انبیا علیہم السلام کی عصمت کے قائل نہیں۔ یہ فعل اُن کا ہے جو ہماری طرح بشر تھے اگر اُنھوں نے غلطی کی اور غیر خدا کو سجدہ کیا تو حسب تجویز علما اُن کی بھی تکفیر ہو سکتی ہے۔ علاوہ اس کے یہ فعل اُن کا ذاتی تھا کوئی خاص حکم خدا کا اُن کو نہیں پہونچا تھا کہ سجدہ کرو۔ تو ہم خاموش ہو جائیں گے۔ اور جس طرح ہمارے علمائے متقدمین اور بزرگانِ دین کی وقتاً فوقتاً علانیہ تکفیر ہوئی۔ اور ہم نے سکوت کے ساتھ سنا ہے اُسی طرح اگر ان چند مقدس انبیاء علیہم السلام کی بھی تکفیر کا فتویٰ ہو جائے گا تو ہم سوائے صبر کے کیا کر سکتے ہیں۔ کیونکہ مفتی صاحبان جب مسند قضا پر رونق افروز ہوتے ہیں۔ اور درمختار کی جلدیں اُن کے داہنی اور بائیں جانب رکھی ہوتی ہیں اُسوقت وہ خدا کے نائب ہو جاتے ہیں اور دین و دنیا کے انتظامات کی ترمیم و تنسیخ کے جملہ اختیارات اُن کو حاصل ہو جاتے ہیں جس کو چاہتے ہیں دوزخ میں بھیج دیتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں جنت میں بھیج دیتے ہیں۔

اسواسطے اب ہم کو ضرورت اس کی ہوئی کہ ایسا گروہ تلاش کریں جس نے سجدۂ تعظیم کیا ہو اور وہ قطعی معصوم بھی ہو اور اسکے ساتھ یہ بھی شرط پوری ہو کہ اس مقدس گروہ نے بغیر اپنی خواہش

اور ارادہ کے حکم خدا سے غیر خدا کو سجدۂ تعظیمی کیا ہو۔

چنانچہ مفتی صاحب کے اطمینان کے واسطے انھیں شرائط کے ساتھ ہم یہ عرض کرتے ہیں کہ نص صریح سے ثابت ہے کہ اللہ جل جلالہٗ نے سجدۂ آدم کے واسطے ملائکہ کو حکم دیا جس کا تذکرہ سورۂ بقر میں فرماتا ہے کہ۔ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا۔ یعنی جب کہا ہم نے فرشتوں کو کہ آدم کو سجدہ کرو۔ پس (انھوں نے) سجدہ کیا اس سے صاف ظاہر ہے کہ فرشتوں نے خدا کے حکم سے آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا۔

اب ہماری وہ کوشش بھی پوری ہوگئی کہ اس استدلال میں سجدہ کرنیوالے فرشتے ہیں جو قطعی معصوم ہیں۔ سجدے کا حکم دینے والا خدا ہے جو سب کا خالق اور مالک ہے اور ثبوت میں قرآن شریف ہے جو ام الکتاب ہے۔ ہم سجدۂ تعظیم وتحیت کے جواز میں اس سے زیادہ واضح اور قوی دلیل نہیں پیش کرسکتے۔ کیونکہ نہ ایسی کسی اور خلقت کا ہم کو علم ہے جو فرشتوں سے زیادہ معصوم ہو جس کا ازراہ تحیت وتعظیم سجدہ کرنا ہم بیان کریں۔ نہ قرآن سے زیادہ صحیح اور معتبر کوئی کتاب ہمارے پاس ہے جس کو ثبوت میں دکھائیں اور نہ

خدانخواستہ امکان کذب باری تعالےٰ کے ہم قائل ہیں کہ اُسکے انتظام کو غلط سمجھیں اور کوئی دوسرا صحیح حکم دینے والا تلاش کریں۔ اس لئے ہمارے خیال میں جواز سجدۂ تحیت کیواسطے اس سے زیادہ معتبر اور کوئی شہادت نہیں ہوسکتی۔

ہاں اگر مفتی صاحب کے فتوے کے مطابق یہ خیال کیا جائے کہ سجدہ مطلقاً کفر ہے تو یہ ضرور عرض کروں گا کہ کم سے کم آدم علیہ السلام کے سجدے میں بیچارے فرشتوں کا کوئی قصور نہیں معلوم ہوتا ہے کیونکہ نہ انھوں نے اپنی خواہش سے سجدہ کیا۔ نہ سجدہ کرنے کی استدعا کی۔ بلکہ خود مالک حقیقی نے لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا فرمایا اور اُن کو آدم کے سجدے کا حکم دیا۔ اگر اس میں غلطی ہو۔ ئی ہے تو (معاذ اللہ) خدا سے ہوئی ہے کہ اُس نے معصوم فرشتوں سے وہ کام کرایا کہ بقول مفتی صاحب جو مستلزم شرک و کفر ہے۔

مگر حیرت خیز یہ امر ہے کہ مفتی صاحب جو یقینی خدا کے ایک بندے ہیں وہ تو کفر و ایمان کی حقیقت سے اس قدر واقف ہوں اور خداوند عالم جو خالق کفر و ایمان ہے وہ ایسی غلطی کرے کہ معصوم فرشتوں سے خاک کے پتلے کو سجدہ کرایا جو حسب تحقیق

مفتی صاحب قطعاً کفر ہے۔
اور اسی مقابلہ میں دوسری غلطی خدا سے یہ ہوئی کہ ایک ایسے ایماندار کو جس نے مفتی صاحب کے خیال کے مطابق غیر خدا کے سجدے سے انکار کیا تو احکم الحاکمین نے اسکا کافروں میں شمار کر لیا چنانچہ اسی آیت کے آخری حصے میں فرمایا ہے۔ اِلَّا اِبْلِیْس۔ اَبٰی وَاسْتَکْبَرَ وَکَانَ مِنَ الْکَافِرِیْن یعنی ابلیس نے نہ مانا اور تکبر کیا اور ہوا کافروں میں سے۔
یہ متضاد مضمون قابل غور ہے کہ مفتی صاحب کا فتویٰ تو خدا کے حکم کی صریح مخالفت کرتا ہے اور خدا کا فرمان مفتی صاحب کے فتوے کی پوری تردید کرتا ہے کیونکہ مفتی صاحب کے فتوے کا تو یہ مضمون ہے کہ سجدہ تحیت مطلقاً کفر ہے اور جو سجدہ کرے اس کے مرتکب شرک و کفر ہونے میں کوئی شبہہ نہیں۔ اور خداوند عالم اس کے برعکس فرماتا ہے کہ ابلیس نے آدم کو سجدہ نہیں کیا اس وجہ سے وَکَانَ مِنَ الْکَافِرِیْن۔ یعنی کافروں میں ہو گیا۔
اب مفتی صاحب کے طرفداروں کو اختیار ہے کہ خدا کے حکم کو صحیح جانیں یا مفتی صاحب کے فتوے کو معتبر مانیں۔ اسکے

ذمہ دارہ ہوں گے مگر ہم بآواز بلند کہتے ہیں کہ ہرگز ہرگز نہ خدائے ذوالجلال سے کبھی غلطی ہوئی ہے اور نہ آئندہ ہوگی اور نہ خدا کی رائے پر کسی بندے کی رائے کو ترجیح ہوسکتی ہے جو کچھ اس نے کیا اور کرتا ہے اور آئندہ کرے گا وہ سب صحیح و درست ہے۔ مفتی صاحب سجدہ تحیت کو شرک کہیں یا کفر مگر ہمارے خیال میں اقوال علمائے دین و سلف صالحین اور سیرت بزرگان کاملین و انبیائے مرسلین سے سجدہ تحیت و تعظیم کی اباحت اور استحباب عقلاً و نقلاً بخوبی ثابت ہے۔

اگر یہ شبہہ ہو کہ عہد انبیاء سابقین میں غیر خدا کے واسطے بھی سجدہ درست تھا اور اب سجدہ مطلقاً کفر ہے۔ تو یہ صریح دھوکا ہے اس لئے شریعت محمدیؐ میں جو عبادت اور عقیدہ ذات حضرت رب العزت کے واسطے مخصوص ہے کسی نبی کی شریعت میں اس کا جواز غیر خدا کے لئے نہ تھا۔ اعمال میں اگر تغیر ہوا ہے تو وہ بھی اسی قدر کہ مثلاً پہلے چھ مہینے کے روزے اور پچاس وقت کی نماز فرض تھی تو اب ایک مہینے کے روزے اور پانچ وقت کی نماز فرض ہے مگر یہ نہیں ہوا ہے

کہ آج محض خدا کیواسطے نماز پڑھی جاتی ہے تو پہلے غیر خدا کیلئے بھی نماز پڑھنا درست تھا۔ ہرگز نہیں بلکہ جس طرح آج خدا کو واحد اور قدیم اور خالق عالم جانتے ہیں اُسی طرح ہر نبی کی شریعت میں خدا کو واحد اور خالق سمجھنا لازمی تھا توحید حضرت رب العزت کی تعلیم ہر عہد اور ہر قرن میں یکساں رہی پس اگر آج سجدہ مطلقاً کفر ہے تو ضرور تھا کہ ہر نبی کی شریعت میں کفر ہوتا۔ حالانکہ یہ نہیں ہوا بلکہ قرآن شاہد ہے کہ خود اللہ جل جلالہ نے آدم علیہ السلام کے سجدے کے لئے ملائکہ کو حکم دیا اگر سجدہ تعظیم بھی مثل اقرار توحید خدا ہی کیواسطے مخصوص ہوتا تو کبھی تعظیم آدمؑ کیلئے ملائکہ کو سجدہ کا حکم نہ ہوتا۔

اور بفرض محال اگر مفتی صاحب کی ضد سے مان بھی لیا جائے اور سجدۂ تحیت کو حرام بھی کہا جائے تو یہ عرض کروں گا کہ فعل حرام کا مرتکب گنہگار ہوتا ہے نہ کافر۔ اس صورت میں بھی ہمارے فاضل مفتی صاحب کو لازم تھا کہ فاعل سجدۂ تحیت کو گنہگار کہتے اور کافر کا خطاب نہ مرحمت فرماتے۔

مگر ہم پھر وہی کہیں گے کہ اس مسئلہ میں ہمارے فاضل مفتی صاحب اگر تھوڑا غور اور تامل فرماتے تو کبھی یہ غلطی نہ ہوتی۔ چونکہ در مختار

کی جلد موجود تھی اُس میں علامہ قہستانی کی یہ ذاتی رائے دیکھکر کہ سجدہ مطلقاً کفر ہے۔ اُنھوں نے بھی عجلت میں یہی فتوے دیدیا۔ ورنہ مفتی صاحب دیگر مجتہدین اور فقہا کے بھی اقوال اگر دیکھتے تو کبھی یہ فیصلہ نہ کرتے اس لئے کہ مفتی صاحب نے جن عالموں کے سامنے زانو توڑا ہے اور جن کی خرمن تحقیق کے آپ خوشہ چین ہیں وہ بزرگ بھی سلسلہ صابریہ میں مرید اور خاندان چشت سے حلقہ بگوش ہیں پھر کیونکر غیرت قبول کرتی کہ مفتی صاحب اپنے اُستادوں کے پیران طریقت کو دائرۂ تکفیر میں محصور فرماتے۔

غرض مفتی صاحب نے جو کچھ کیا اور جس خیال سے یہ فتوی دیا اُس کے ذمہ دار تو مفتی صاحب ہیں مگر ہم نے بحیثیت مناظر نہیں قلم اُٹھایا ہے۔ صرف عامۂ خلائق کے خیالات کی حفاظت منظور تھی اسواسطے یہ صراحت بھی کی اور مفتی صاحب کی خدمت میں یہ گذارش بھی کرتے ہیں کہ اگر واقعی آپنے بہ نظر ہدایت یہ فتویٰ دیا ہے اور درپردہ پیر کی قدمبوسی کو منع فرمایا ہے تو یقیناً اپنا فرض منصبی آپ ادا کرچکے اور ایک بھی خواہ قوم کو جو کرنا چاہیئے وہ آپ نے کیا

اور ہم بھی آپکی اس ہمدردی کا شکریہ ادا کرتے ہیں لیکن اسی کے ساتھ یہ بھی عرض کریں گے کہ جملہ مطیعان ائمہ اسلام اور خادمان صوفیۂ کرام آپ کی اس ہدایت و ہمدردی کو زیادہ وقعت کی نظر سے نہ دیکھیں گے اُن کی فرمائش یہی ہوگی کہ بقول امیر خسرو علیہ الرحمۃ۔

گرائے زاہد دعائے خیر میگوئی مرا ایں گو
کہ ایں آوارۂ کوئے بتاں آوارہ تر بادا

آخر میں یہ بھی کہونگا کہ تاریخ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کی ظاہری قوت کا زوال اسی خانہ جنگی کی بدولت ہوا ہے۔ اور اتفاق باہمی کی وہ خوبصورت اور عالی شان عمارت جو سلف صالحین نے اپنے مبارک ہاتھوں سے بنائی تھی اور اہل اسلام کے فخر و مباہات کا جس پر انحصار تھا اُسکی بنیاد کو کمزور کرنے والا اگر کوئی ہے تو جاہ طلب اور شہرت پسند علما کا قلم ہے۔ جس کی ایک جنبش نے بھائی کے ہاتھ سے دوسرے بھائی کو قتل کرایا۔

افسوس کوئی توہین اور کوئی تذلیل ایسی نہیں پائی جاتی

جو مسلمانوں کے مقدس پیشواؤں کے واسطے معاصرین علمائے ظواہر نے تجویز نہ کی ہو۔ چنانچہ اسی نفاق میں روز بروز ایسی ترقی ہوئی کہ اب جہاں اور جب کبھی وہ اپنے منحوس چہرے سے نقاب اٹھاتا ہے تو مہلک وبا کی صورت نظر آتی ہے جس کا اثر عالمگیر ہوتا ہے۔

لہذا اب ہم بہزار عجز و نیاز اپنے حکیم مطلق کی جناب میں عرض کرتے ہیں کہ خداوندا اپنے حبیبؐ کے صدقے میں ہم کو ایسے مستحکم اتحاد اور اتفاق کی توفیق مرحمت فرما کہ اُمت محمدیؐ یک زبان ہو کر کہنے لگے۔ اَللّٰھُمَّ اھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ

آمین ثم آمین۔

حاجی اوگھٹ شاہ وارثیؒ

(متوطن بچھرایوں)

(ضلع مراد آباد)

تقریظِ دلپذیر و تاریخ بےنظیر

از نتیجۂ فکر رسا صاحب ہمت و فہم و ذکا فرد فرید مرد میدان تجرید عاشق حق فانی ذات مطلق عارف باللہ جناب سید عالم شاہ صاحب

فقیر بارگاہ وارث عالم پناہ سلمہ اللہ

ناظرین!! مجھ ایسا شخص جو مکتب شریعت و طریقت کا ابجد خواں بھی نہیں وہ اپنی نادانی سے ایک ایسے علمی رسالہ کے متعلق رائے زنی کرے جو معدن تحقیق اور مخزن تدقیق ہو سراپا جسارت ہی جسارت ہے اور وہ بھی اس حالت میں کہ امراض روحانی کے علاوہ عوارض جسمانی نے از کار رفتہ کر دیا ہو۔ ابھی ایک جاں گسل علالت کے حملہ پر اپنی سخت جانی سے زندہ بچا لیکن ضعف و نقاہت کا ہنوز تختۂ مشق ہوں ہرگز اس قابل نہ تھا کہ کسی دماغی محنت کی برداشت کرتا مگر بقول

خیال خاطر احباب چاہیئے ہر دم
انیس ٹھیس نہ لگ جائے آبگینوں کو

لہٰذا جناب حاجی اد گھٹ شاہ صاحب ارتی بھرالونی کے اصرار کے قطع نظر اپنے معزز بھائی کی یہ جانفشانی دیکھ کر حوصلہ ہوا کہ زیادہ نہیں تو مختصر ہی طور پر اپنے خیالات کا اظہار کر دوں۔

بقول غالب۔

منظور ہے گذارش احوال واقعی
اپنا بیان حسن طبیعت نہیں مجھے

الحمد للہ علی احسانہ کہ یہ لاجواب کتاب **شہاب ثاقب** سوم بہ **ردِّ کفر** میرے واجب الاحترام برادر طریق صاحب فضل و تحقیق سلمہ اللہ تعالیٰ کے قلم اعجاز رقم سے زیب قرطاس ہو کر نفع بخش خلائق ہوئی۔ ممدوح کی معلومات قابل قدر اور منصفانہ خیالات ہر طرح مستحق تحسین ہیں کہ آپ کی یہ عرق ریزی محقق حضرات کے لئے سرمایۂ استدلال قاطع اور مباحث پسند احباب کے واسطے آلۂ براہین ساطع ہے۔

حالانکہ صوفیوں کا ممتاز گروہ اس ردو قدح سے ہمیشہ دور رہا اور بعض علما اور طعن خلائق کو صبر و سکوت کے ساتھ سنا اور اگر

گذشتہ زمانے کے مقدس بزرگوں نے ایسے مواقعات پر کچھ فرمایا بھی تو اسی قدر کہ

خلق می گوید کہ خسرو بت پرستی میکند
آرے آرے میکنم با خلق و عالم کار نیست

اور درحقیقت مؤلف موصوف کا بھی یہی مذاق و مشرب ہے۔ خدانے آپ کو فقیر بنایا ہے نہ فقیہ۔ مگر جو کچھ لکھا ہے وہ "تنگ آمد بجنگ آمد" کا مصداق ہے ضبط و تحمل کی بھی حد ہوتی ہے جبکہ قدم قدم پر شرک و کفر کے خار بچھائے جاتے ہیں اور وہ بھی ایک شخص کے واسطے نہیں بلکہ چھوٹے بڑے اچھے بُرے سب کو مردود و ملعون کا خطاب ملتا ہے تو یہ تکلیف دہ ہے کہ سخت سے سخت دل کا آدمی بھی بغیر متاثر ہوئے نہیں رہ سکتا۔

دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت درد سے بھر نہ آئے کیوں
روئیں گے ہم ہزار بار کوئی ہمیں ستائے کیوں

ہاں اگر خود برادر مکرم کو بے وجہ بھی مفتی صاحب کسی سخت گناہ کا الزام دیتے تو یقینی ممدوح الشان اس کو خاموشی کے ساتھ سنتے اور ہرگز تردید نہ فرماتے مگر جب ایک کثیر التعداد

گروہ فقرا کو بے قصور او راس طرح نشانۂ تکفیر بنایا جس کے اثر سے اسلام کے تمامی مقدس اور برگزیدہ حضرات کی شان جلالت کو بھی نقصان پہونچا تب آپ نے مذہبی ہمدردی سے حمایت حق فرمائی جو درویشانہ زندگی کا ایک معنی خیز باب ہے۔ لیکن با ایں ہمہ یہ رسالہ اس خوبی کے ساتھ تالیف ہوا کہ بجز اظہار حق۔ مناظرہ کے داغ سے اپنے شفاف دامن کو محفوظ رکھا۔

ہمارے علماء عظام کا تو یہ فرض تھا کہ اپنے مواعظ حسنہ سے بے دینوں کو دیندار بناتے جس کے صلے میں سرکار رسالت پناہ سے خوشنودی کا خلعت ملتا۔ اور خدائی دربار سے رضامندی کا زریں سہرہ اُن کے سر پر باندھا جاتا۔ مگر برخلاف اس کے مسلمانوں کو مشرک اور ایمانداروں کو کافر بنانے کا شوق ہے۔ دوسروں کی املاک پر قبضہ کرنا تو درکنار۔ اپنی ہی رہی سہی پلو بنجی کھوئے دیتے ہیں۔ افسوس۔

دوست ہو دوست کا دشمن تو شکایت کس کی
یار آمادۂ خوں ہو تو بچائے پھر کون

آخر میں تاریخ طبع رسالۂ ہذا پیش کرتا ہوں۔

ایں کتابے کہ بہرِ دشمنِ دیں — اثرِ قہرِ کبریا دارد
پئے تاریخ از فلک ہاتف — گفت صمصامِ غیبیہ آید
۲۳ ۱۳۰۱ ھ

(فقیر بیدم شاہ وارثی)

تاریخ از نتائج فکر گہر بار مقبول بارگاہ صمد مولانا قاضی سلیمان احمد صاحب وارثی متخلص بہ ذکی

ردِّ کفر است چنیں کرد رقم — بستہ شد باب سوالات و جواب
بہر معموریٔ بیتِ رہ راست — للہ الحمد کشادہ شدہ باب
در ہمہ بحث و تقاریر لطیف — شدہ ملحوظ تمامی آداب
جملہ مضموں کہ نوشتہ شدہ ہست — از خطا خالی و مملو بہ صواب

گفت تاریخ ذکی بس نادر
گشت مطبوع کتاب نایاب
۲۳ ۱۳ ھ

قطعہ تاریخ طبع ثانی

از برخوردار حافظ احمد علی شعلہ وارثی ابن جناب

حاجی پیارے صاحب وارثی مدظلہ

یکسر جہاں سے ظلمت تکفیر چھٹ گئی
بیشبہ رد کفر ہی خورشید بے نقاب

بارد گر یہ چرخ چہارم پہ جا چڑھی
تھی پہلی بار ماہ کو اب کی ہی آفتاب

تحقیق حق و حسن بیاں کے لحاظ سے
رکھتی نہیں ہے مثل و نظیر اپنا یہ کتاب

روشن دلیلیں اسکی براہین ساطعہ
خالی خطا سے اسکا ہر اک لفظ باصواب

ہے آسمان حق پہ نمودار مثل صبح
فتوے دے رہے ہیں زمانے کے شیخ و شاب

پایا قلم نے حکم جو تاریخ طبع کا
سجدے میں گر کے لکھی یہ تحریر باصواب

اب بول اُٹھیں گے مفتی و واعظ بحال وجد
کیا خوب رد کفر ہے مطبوع لاجواب

٤١ ١٣ ھ

(پرنٹنگ اینڈ بائنڈنگ حاجی شہزاد ارثی)

Scanned with CamScanner

ملنے کا پتہ

پاکستان
حاجی فقیر عزت شاہ وارثی
آستانہ عالیہ مچھیہ شریف
راولپنڈی (پاکستان)

انڈیا
شیخ رضی احمد وارثی
آنریری سیکریٹری درگاہ وارثی ایسوسی ایشن
دیوہ شریف ضلع بارہ بنکی (انڈیا)

Scanned with CamScanner